ماہنامہ

پیام عرفات

رائے بریلی

تحفۂ رمضان

”رمضان المبارک کا سب سے بڑا تحفہ، سب سے بڑا عہد و مطالبہ، سب سے بڑا فیض اور اثر یہ ہونا چاہئے کہ ہمیں خدا کی نافرمانی سے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنے کا خیال پیدا ہو جائے، مطلب یہ کہ جس کا تعلق حکم شرعی سے ہو، کسی کا حق متعلق ہو، اور حرام حلال کا مسئلہ، جائز و ناجائز کے دائرے میں وہ آتا ہو، اس کو بغیر سوچے نہ کریں اور یہ معلوم کر کے کہ یہ اللہ کو پسند نہیں ہے اور یہ شریعت کی طرف سے ممنوع ہے اس سے اسی طرح بچیں بلکہ اس سے زیادہ بچیں جتنا کہ روزے کے دنوں میں، رمضان کے زمانے میں، دن میں آپ کھانے پینے سے بچتے ہیں۔“

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

(رمضان المبارک اور اس کے تقاضے)

مرکز الإمام أبي الحسن الندوي

دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

افادات

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

☆ رمضان المبارک کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا عشرہ مغفرت، اور تیسرا عشرہ آگ سے آزادی کا ہے۔

☆ رمضان المبارک کے مہینہ میں نیکی کا کام کرنا ثواب کے اعتبار سے ایسا ہے جیسے دیگر مہینوں میں فرض کا ادا کرنا۔

☆ رمضان المبارک کے اندر ایک فرض کو ادا کرنا غیر رمضان میں ستر فرائض کے ادا کرنے کے برابر ہے۔

☆ روزہ اصلاً صبر اور غم خواری کا مہینہ ہے جس کی برکت سے جنت کا پروانہ ملتا ہے اور رزق میں وسعت ہوتی ہے۔

☆ رمضان المبارک میں کسی روزہ دار کو افطار کرانا گناہوں سے معافی اور جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے۔

☆ رمضان المبارک میں ذکر اور استغفار کی کثرت ہونا چاہیے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے، اسی کے ساتھ جنت کی طلب اور جہنم سے پناہ بھی مانگتے رہنا چاہیے۔

☆ رمضان المبارک میں اس امت کو پانچ چیزیں بطور خاص مرحمت ہوئی ہیں (۱) روزہ دار کی منہ کی بدبو کا مشک سے زیادہ اللہ کو پسند ہونا (۲) دریا کی مچھلیوں کا دعا کرنا (۳) جنت کا ہر روز روزہ داروں کے لیے سجایا جانا (۴) سرکش شیاطین کا قید کیا جانا تاکہ برائی نہ پھیلا سکیں (۵) رمضان کی آخری شب میں روزہ داروں کو مغفرت کا پروانہ حاصل ہونا۔

☆ رمضان المبارک میں اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اور خطائیں معاف کی جاتی ہیں، اور دعاؤں کو قبول کیا جاتا ہے۔

☆ رمضان المبارک میں چوبیس گھنٹہ کے اندر ایک گھڑی ایسی بھی ہوتی ہے جس میں مسلمان روزہ دار کی دعا اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

☆ رمضان المبارک میں سحری کرنے والوں پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

☆ روزہ انسان کے لیے ڈھال ہوتا ہے جب تک کہ انسان صحیح طور سے رکھتا ہے۔

☆ رمضان المبارک کا ایک روزہ بغیر کسی عذر کے چھوڑنا ایسا ہے کہ اس کی تلافی زندگی بھر کے روزوں کو رکھ کر بھی کرنا ناممکن ہے۔

☆ رمضان المبارک میں شب قدر کو تلاش کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر اس سے محروم رہ گئے تو گویا کہ بہت بڑی خیر کی چیز سے محرومی ہوگئی۔

☆ لیلۃ القدر میں اس دعا کو پڑھنا چاہیے "اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی" یعنی اے اللہ تو بلاشبہ معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے تو مجھ کو بھی معاف فرما دے۔

☆ معتکف کی گناہوں سے حفاظت رہتی ہے اور اس کے لیے نیکیاں ویسے ہی لکھی جاتی ہیں جیسے نیکی کے کام کرنے والے کے لیے لکھی جاتی ہیں۔

☆ اللہ کی خوشنودی کی طلب کی خاطر اعتکاف کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خدقیں آڑ فرما دیتے ہیں، جن کی مسافت آسمان وزمین کی مسافت سے چوڑی ہے۔

☆ جنت کو شروع سال سے آخری سال تک رمضان کے لیے سجایا جاتا ہے۔

☆ رمضان المبارک میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

☆ رمضان کے آخری دن اس قدر تعداد میں اللہ تعالیٰ لوگوں کی معافی فرماتے ہیں جتنا کہ آغاز رمضان سے ہر دن بندوں کو معاف کرتے ہیں۔

☆ شب قدر میں عبادت کرنے والے کے ساتھ فرشتے بھی ساتھ میں ہوتے ہیں اور اس کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں۔

☆ عید کے روز اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ دیکھو میں نے ان کو روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کردی۔

انتخاب:- محمد ارمغان بدایونی ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اردو اور ہندی میں ایک ساتھ شائع ہونے والا

ماہنامہ

پیام عرفات

رائے بریلی

مرکز الامام أبی الحسن الندوی
دارعرفات تکیہ کلاں رائے بریلی (یوپی)
www.abulhasanalinadwi.org

سرپرست: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ (صدر، دارعرفات)

نگراں: مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ (جنرل سکریٹری، دارعرفات)

مجلس ادارت

بلال عبدالحی حسنی ندوی | مفتی راشد حسین ندوی | عبدالسبحان ناخداندوی
محمود حسن حسنی ندوی | محمد حسن ندوی

معاون ادارت

محمد نفیس خاں ندوی

جون-جولائی ۲۰۱۴ء

جلد نمبر: ۶ ✻ شمارہ نمبر: ۶-۷

فہرس

رمضان سے پہلے اور رمضان کے بعد ۳
بلال عبدالحی حسنی ندوی

رمضان المبارک-آمد بہاراں ۵
مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ

رمضان المبارک-روحانی تربیت کا سالانہ نظام ۶
مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

رمضان المبارک کے مختلف مسائل ۸

شب قدر-برکات ربانی کی سب سے پہلی بارش ۱۲
امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ

روزہ کا مقصد ۱۴
مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ

اسلامی عقائد-قرآن وحدیث کی روشنی میں ۱۵
بلال عبدالحی حسنی ندوی

روزہ-زندگی برائے بندگی کا ایک بے مثال نمونہ ۱۷
عبدالسبحان ناخداندوی

اعتکاف کے چند مسائل ۲۱
مفتی راشد حسین ندوی

رمضان المبارک-برکات وتقاضے ۲۳
محمود حسن حسنی ندوی

زکوٰۃ-فضائل اور مسائل ۲۵
محمد احسن عبدالحق ندوی

عید کے مختلف ادوار ۲۹
حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

بنتِ حوا ۳۰
ابوالعباس خاں

پرنٹر پبلشر محمد حسن ندوی نے ایس، اے، آفسٹ پرنٹرس، مسجد کے پیچھے، پھاٹک عبداللہ خاں، سبزی منڈی، اسٹیشن روڈ، رائے بریلی سے طبع کرا کر دفتر "پیام عرفات" مرکز الإمام أبي الحسن الندوي، دارعرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی سے شائع کیا۔ Mail: markazulimam@gmail.com

فی شمارہ: ۱۰ روپئے

سالانہ: ۱۰۰ روپئے

رمضان المبارک-نیکیوں کا موسم

”ہر چیز کا ایک موسم ہوتا ہے، گرمی کا موسم، سردی کا موسم، بارش کا موسم، ایسے ہی رمضان کا موسم بھی ہوتا ہے، اس موسم کا تقاضا یہ ہے کہ روزے رکھے جائیں اور عبادات وطاعات میں اور اضافہ کیا جائے۔ اس موسم سے سبھی متاثر ہوتے ہیں، لیکن انہیں اس کا دھیان نہیں رہ پاتا کہ وہ یہ عمل کیوں اور کس کے لیے کر رہے ہیں؟ بہت سے لوگ تو نیت ہی نہیں کرتے کہ وہ روزہ کیوں رکھ رہے ہیں؟ اللہ کی خوشنودی کے لیے کھانا پینا چھوڑ رہے ہیں، صرف اللہ کی رضا چاہتے اور اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے کہ لوگ کیا کہیں گے، روزہ رکھنے پر لوگ تعریف کریں گے، اور نہ رکھنے پر لوگ برائی کریں گے، اور تنقید کریں گے؛ بہت سے لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔

تو ضروری چیز اس میں یہ ہے کہ نیت کا استحضار رہے، آدمی اپنے کو ٹٹولے، محاسبہ کرے، ادھر ذہن ہی نہیں جاتا، دھیان ہی نہیں جاتا کہ روزہ کیوں رکھ رہے ہیں؟ کھانا پینا کیوں چھوڑ رہے ہیں؟ جب کہ اللہ نے ہم کو سب کچھ دیا ہے۔ روزے کے سلسلے میں جو فضائل وارد ہوئے ہیں اور جو بشارتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں اور اس سلسلہ میں جو وعدے مذکور ہیں، ایک تو یہی ہے جو اسی آیت کے آخر میں فرمایا ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ باقی معیشت میں برکت حاصل ہوتی ہے، قلب منور ہوتا ہے، گناہوں سے بچنا آسان ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور یہ کہ حضور ﷺ اس کا کتنا اہتمام فرماتے تھے، اس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک مظاہرہ ہوتا ہے کہ ہم کھا پی سکتے ہیں، مگر محض اللہ کی خوشنودی کے لیے یہ سب چھوڑ رہے ہیں، ایک ایک لمحہ کا ہم کو ثواب ملتا ہے، ہمارا بھوکا رہنا اللہ کو پیارا لگتا ہے، اللہ خوش ہوتا ہے کہ اس بندے نے ہمارے حکم کی تعمیل اور محض ہماری خوشی کے لیے تمام لذتیں ترک کردی ہیں، اور محض میری خوشی کے لیے وہ بھوکا پیاسا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کو بڑی خوشی ہوتی ہے۔ مگر افسوس کہ اکثروں کا ادھر خیال جاتا ہی نہیں ہے کہ یہ جو روزہ رکھا ہے، اس کی کیا عظمت ہے؟ اللہ کا اس پر کیا انعام ہے؟ اللہ کو اس پر کتنا پیار آتا ہے؟ ادھر ذہن جاتا ہی نہیں ہے۔ اس میں نیت کو حاضر کرنے کی ضرورت ہے، اس لیے کہ ہر چیز تو اپنے وقت پر ہوتی رہتی ہے اور اپنے موقع پر انجام پاتی ہے، سب شریک ہوتے ہیں، یہ ضروری نہیں کہ آدمی کے ذہن میں اس کا اصل مقصد اور نیت بھی ہو، ایک ہوا چلتی ہے، ایک موسم ہوتا ہے جو اپنا اثر چھوڑتا ہے، سب اس سے متاثر ہوتے ہیں۔“

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (رمضان المبارک اور اس کے تقاضے)

مدیر کے قلم سے

رمضان سے پہلے اور رمضان کے بعد

بلال عبدالحی حسنی ندوی

انسان کا سب سے بڑا امتیاز اللہ کی بندگی ہے، بندہ اپنے رب سے اسی بندگی سے قریب ہوتا ہے۔فخر انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ جب معراج کے موقع پر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ’’عبدہ‘‘ کا لفظ استعمال ہوا جس کے معنی ہی ’’اس کے بندہ‘‘ کے ہیں۔ایمان والا جب اپنے ایمان کی گواہی پیش کرتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ’’عبدہٗ ورسولہ‘‘ کہتا ہے یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔اللہ کو سب سے زیادہ بندگی پسند ہے اور اللہ نے اس دنیا میں انسانوں کو اپنے بندگی ہی کے لیے بھیجا ہے۔

اسلامی نظام زندگی جس کو شریعت یا دین کہتے ہیں، حقیقت میں اسی بندگی کا نام ہے، اللہ نے اس کی تفصیلات اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اپنے بندوں تک پہونچائی ہیں، اس میں ظاہری اعمال بھی ہیں اور باطنی اخلاق وعادات بھی۔ظاہر وباطن کا جیسا حسین سنگم اسلام میں ملتا ہے کوئی دوسرا دین یا مذہب اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

بندگی کے جتنے مظاہر ہیں وہ صرف چند ظاہری اعمال کا نام نہیں ہیں بلکہ ظاہری عمل کے ساتھ اندرونی کیفیت پر بھی اتنا ہی زور دیا گیا ہے اور کوئی بھی عمل اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس میں ظاہر وباطن کا پورا توازن موجود نہ ہو۔

بندگی کے ان مظاہر میں جن کو دین کے شعائر سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے ’’ارکان اربعہ‘‘ کی خاص اہمیت ہے۔نماز، روزہ، زکوۃ اور حج یہ اسلام کے وہ چار بنیادی ستون ہیں جن پر اسلام کی پوری عمارت قائم ہے، ان چاروں ارکان میں روزہ کو ایمان کا ایک طاقتور ’’ٹانک‘‘ کہا جاسکتا ہے جس سے سال بھر کی ایمانی طاقت حاصل ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ سے دوسرے ارکان پر عمل آسان ہوجاتا ہے، اسی حقیقت کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون﴾ (اے ایمان والو!تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کیے گئے جو تم سے پہلے ہوئے تا کہ تم لحاظ کرنے لگو (یعنی تقویٰ کا مزاج بن جائے)

یہ روزے رمضان المبارک میں فرض کیے گئے ہیں۔حکم الٰہی ہے:

﴿فمن شھد منکم الشھر فلیصمه﴾ (تم میں جو ماہ (مبارک) کو پالے وہ روزہ رکھے)

سال کے گیارہ مہینے انسان اپنے کام کاج میں لگا رہتا ہے، اس کو بندگی کے لیے پوری طرح یکسو ہونے کا موقع نہیں ملتا، مزاج میں کثافت پیدا ہونے لگتی ہے، دین میں کمزوری محسوس ہونے لگتی ہے، ہر صاحب ایمان کو یہ احساس پیدا ہونے لگتا ہے کہ دوبارہ ایمان کو تازہ کرنے اور دل کی سرد انگیٹھی کو پھر سے گرم کرنے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے رمضان مبارک کو اس کا موسم بنایا ہے، اس میں شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں، خود بخود طبیعت کا میلان خیر کی طرف ہونے لگتا ہے اور ہر بھلی چیز میں جی لگنے لگتا ہے۔

رمضان کا مبارک مہینہ سب کے لیے آتا ہے، اس میں رحمت خداوندی ابر باراں کی طرح برستی ہے، جو چاہے وہ اپنے دل کی کھیتی کو شاداب کرلے، اور عبادات کے اس جشن عام میں شریک ہو کر حقیقی خوشیوں سے لطف اندوز ہو، لیکن کیا کیا جائے کہ کتنے ایسے بدنصیب ہیں جو ان خوشیوں سے محروم ہیں، جن کے دلوں کے دروازے بند کردیئے گئے اور ان پر مہر لگادی گئی، نام مسلمانوں جیسے لیکن کام شیاطین الانس کے، اللہ کی رحمت سے محروم، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کی ہلاکت کی بددعا فرمائی: ’’ہلاک ہو وہ شخص جو رمضان کا مبارک مہینہ پائے اور پھر اپنی

بخشش کا سامان نہ کر سکے۔"

مبارک مہینہ سب کے لیے آتا ہے لیکن خود ایمان والوں میں کتنی قسمیں نظر آتی ہیں، ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو ایک رمضان کے جانے کے بعد ہی سے دوسرے رمضان کا انتظار کرتے ہیں، مہینوں سے اس کی تیاری کرتے ہیں، خود حضور ﷺ نے ماہ رجب کا چاند نکلنے پر یہ دعا سکھلائی: **اللھم بارک لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان**۔ (اے اللہ! رجب وشعبان میں برکت دے اور ہمیں رمضان المبارک عطا فرما) یہ وہ لوگ ہیں جو ماہ مبارک داخل ہونے کے بعد لمحہ کے لیے بھی غافل نہیں ہوتے، عبادت وتلاوت میں ان کے اوقات بسر ہوتے ہیں، ضرورت مندوں کی خبر گیری، غریبوں کا خیال، عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک۔ ان کو خوب دھیان رہتا ہے کہ قرب الٰہی کے حصول کا اس سے بہتر کوئی زمانہ نہیں ، ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنی غلطیاں تلاش کرتے ہیں۔ اگر کوئی نازیبا عادت پڑ گئی ہے تو اس کو دور کرنے کی فکر اور کب کی جائے گی؟! روزہ کا مقصد ان کے سامنے رہتا ہے، **لعلکم تتقون** تاکہ تقویٰ کا مزاج بن جائے، بندگی کے آداب آجائیں۔ رمضان المبارک کا مہینہ چند گنے چنے دن ہیں، وہ تو گذر جائیں گے لیکن سال بھر اس کی مٹھاس باقی رہے، یہ ایمان کی وہ مٹھاس ہے کہ کسی کے منھ کو لگ جائے تو کسی چیز میں مزہ نہیں رہتا، یہ اللہ کے بندے اسی مٹھاس کی تلاش میں رہتے ہیں، پھر سال بھر اس کا لطف اٹھاتے ہیں۔ وہ رمضان سے خوش، رمضان ان سے خوش۔

کچھ اللہ کے بندہ وہ بھی ہیں جو سنبھلتے ہیں، گرتے ہیں، پھر اٹھتے ہیں چلتے ہیں، کچھ لڑکھڑاتے ہیں لیکن اپنی منزل کو جا لیتے ہیں، دو عشرے کچھ کم ہمتی میں گذر گئے تو آخری عشرہ میں نہیں چوکتے، جہنم سے خلاصی کے سامان کر ہی لیتے ہیں۔ یہ بھی قابل مبارک باد ہیں۔

لیکن کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو ان تمام چیزوں سے محروم ہیں، ان کی زندگی بدستور ہے، کون سا مہینہ آیا کون سا گیا ان کو کوئی مطلب نہیں، ان کی مثال وہی ہے جو حدیث میں غافل مریض کی بیان کی گئی ہے کہ مرض آیا اور گیا، اس نے نہ یہ سوچا کہ مرض کیوں آیا اور نہ یہ سوچا کہ وہ کیوں ٹھیک ہوا۔ وہ بالکل اونٹ کی طرح ہے، مالک نے اس کو باندھ دیا پھر چھوڑ دیا کہ اس کو کچھ پتہ نہیں کہ اس کو کیوں باندھا گیا پھر کیوں چھوڑ دیا گیا۔ مبارک مہینہ آیا تو کیوں آیا اور رخصت ہوا تو کہاں گیا؟ اِن لوگوں کو کچھ پتہ نہیں اور نہ پتہ کرنے کی ضرورت انہوں نے محسوس کی، یہ وہ محروم طبقہ ہے جس سے رمضان ناراض گیا اور وہ حضور ﷺ کی بددعا کے مستحق قرار پائے۔

ہمیں اپنے محاسبہ کی ضرورت ہے کہ ہمارا شمار کس طبقہ میں ہے، ایسا نہ ہو کہ یہ مہمان ہم سے ناراض ہو کر جائے۔

گنج گراں مایہ

علامہ سید سلیمان ندویؒ

صدقِ احساس کی دولت میرے مولی دے دے
غمِ امروز بھلادے غمِ فردا دے دے
دھن کچھ ایسی ہو کہ فراموش ہو اپنی ہستی
دونوں ہاتھوں میں میرے ساغر و مینا دے دے
قول میں رنگِ عمل بھر کے بنا دے رنگیں
لب کو خاموش بنا کر دلِ گویا دے دے
کھول دے میرے لیے علمِ حقیقت کے در
دلِ دانا، دلِ بینا، دلِ شنوا دے دے
دلِ بے تاب ملے، دلِ پُر آب ملے
تپِ آتش مجھے دے دے نمِ دریا دے دے
دردِ دل مرے سینے میں رہ رہ کے ٹھہر جاتا ہے
جو نہ ٹھہرے مجھے وہ درد خدایا دے دے

رمضان المبارک
آمد بہاراں

مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے، کتنے خوش نصیب ہیں وہ بھائی اور بہنیں جن کی زندگی میں یہ ماہ مبارک پھر آ رہا ہے، اور ان سب میں زیادہ خوش نصیب وہ ہیں جو اس ماہ مبارک کی قدر و قیمت پہچانیں اور اس کا پورا حق ادا کرتے ہیں، یہ ماہ مبارک دیکھنے میں تو بارہ مہینوں میں ایک مہینہ ہے لیکن خدا نے اس ماہ میں جو برکتیں اور رحمتیں رکھیں ہیں وہ کسی اور ماہ کو میسر نہیں، اس کی قدر و قیمت کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور آپ ﷺ کے طریقوں سے کیجیے۔

ہمارے آپ کے آقا حضرت محمد ﷺ شعبان ہی کے مہینہ سے رمضان مبارک کی تیاری فرمایا کرتے اور شعبان کا اکثر حصہ روزوں میں گزارتے اور جب رمضان قریب آتا تو کمر بستہ ہو جاتے اور تمام لوگوں کو جمع فرما کر منبر پر تشریف رکھتے اور رمضان مبارک کے متعلق مکمل ہدایات دیتے، اس کے فضائل و مناقب سناتے اور لوگوں کو رمضان مبارک میں عبادت اور محنت، ایثار، صدقہ وخیرات، روزہ، استغفار و تلاوت کی ترغیب اور اس ماہ میں غفلت اور کوتاہی پر سخت غصہ فرماتے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے رمضان مبارک کے قریب فرمایا: ”رمضان کا مہینہ آ گیا ہے جو بڑی برکت والا ہے، اللہ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہے، اپنی رحمتوں سے نوازتا ہے، گناہوں کو معاف کرتا ہے، دعا کو قبول کرتا ہے اور تمہارے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر نیکی کرنے کو دیکھتا ہے اور فرشتوں میں فخر سے بیان کرتا ہے، پس اللہ کو اپنی نیکی دکھاؤ، بد نصیب ہے وہ جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے“۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ”میری امت کو رمضان کے بارے میں پانچ خاص نعمتوں سے نوازا گیا ہے جن سے پہلی امتیں محروم ہیں:

۱-ان کی منہ کی بو (جو روزہ کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے) اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

۲-ان کے لیے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں۔

۳-جنت ان کے لیے ہر روز آراستہ کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قریب ہے کہ میرے بندے اپنے اوپر سے مشقتوں کا بوجھ اتار کر تیرے اندر آجائیں۔

۴-سرکش شیاطین مقید کر دیے جاتے ہیں۔

۵-رمضان کے آخری شب میں روزہ داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

آپ ﷺ کے علاوہ صحابہ کرامؓ اور صحابی بیبیوںؓ کا حال رمضان کے آتے ہی کچھ سے کچھ ہو جاتا اور وہ حضرات رات بھر عبادت کرتے، دن کو روزہ رکھتے، اور صرف کھانے پینے سے نہ بچتے بلکہ ہر چھوٹے گناہ سے اپنے کو بچاتے، اپنی نگاہوں کی اور اپنی زبان کی حفاظت کرتے حتی کہ صحابی بیبیاںؓ اپنے بچوں کو روزہ رکھنے کی عادت ڈلواتیں۔ رمضان مبارک کا موسم بہار بن کر آتا، رمضان ان کے گھروں میں آتا تو خوشی کے شادیانے بجتے، چہروں پر رونق آجاتی، دن ہو یا رات ہر ہر گھر سے قرآن مجید پڑھنے کی آواز آتی، الغرض غریب و امیر، ان پڑھ و عالم، مرد و عورت، چھوٹا بڑا، ہر ایک مست و سرشار نظر آتا اور جب رمضان رخصت ہوتا تو یہ اپنے غم زدہ دل اور پُرنم آنکھوں سے رخصت کرتے اور دعا کرتے کہ خدایا ہماری زندگی میں یہ دن پھر نصیب ہوں۔

یہ تو حال تھا ان بزرگوں کا لیکن اب ذرا اپنی حالت کا جائزہ لیجیے کہ آج کل جب رمضان مبارک آتا ہے تو ہمارا کیا حال ہوتا ہے، نہ وہ امنگیں ہوتی ہیں نہ وہ جذبۂ عبادت، نہ وہ نگاہوں اور زبان کی حفاظت، نہ تلاوت کا شوق، نہ استغفار کی کثرت، ہم مسلمان بھائیوں اور بہنوں میں ایسے بہت ملیں گے جو روزہ تک نہیں رکھتے اور خدا کے حکم کو پس پشت ڈال کر آزادی سے زندگی گذارتے ہیں، رمضان آتا ہے اور گذر جاتا ہے اور اللہ کے ان بندوں کو پتہ تک نہیں چلتا کہ کونسا مبارک مہینہ ان کے سروں پر سایہ افگن ہے بلکہ ......

(بقیہ صفحہ ۱۶/پر)

رمضان المبارک

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

روحانی تربیت کا سالانہ نظام

رمضان المبارک کا مہینہ خیر وبرکت کا مہینہ ہے، ایمان وعبادت کا مہینہ ہے، مسلمان کو مسلمان بن کر اور اپنے اعمال کو خدا کی خوشنودی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کا مہینہ ہے، دولت مند کو اپنی دولت مندی کے ذریعہ خدا کو راضی وخوش کرنے کا، اور غریب کو اپنی غریبی کے باوجود نیک عمل کرنے کا مہینہ ہے، یہ مہینہ آتا ہے تو فضا کو پُرنور بنا دیتا ہے، اہل ایمان میں مسرت کی لہر دوڑا دیتا ہے، مسلمانوں کی صبح ومساء کو عجیب رونق سے پُر رونق بنا دیتا ہے، بڑے عمر کے لوگ خلوص عمل کے ساتھ نیکی پر کاربند ہوتے ہیں، چھوٹی عمر کے افراد اس ماہ کی پُر لذت افطاری سے سرور ولطف حاصل کرتے ہیں، اس کی قبلِ فجر کی سحریاں اور اس کے غروبِ شمس کی افطاریاں اس کی راتوں کا ذکر وعبادت، اس کے دنوں کی تلاوت، سب اس ماہ کی رونق کو دوبالا بناتی ہیں، پھر ان سب باتوں پر حاصل ہونے والا اجر ہر مومن کے دل کو پُرسرور بناتا ہے کیونکہ اللہ تعالی کی طرف سے اس پر اجر دینے کا وعدہ ہے۔

رمضان کا روزہ درحقیقت متنوع قسم کے اعمال کا مجموعہ ہے، اس میں مسلمان کو اپنے پروردگار کی رضاء کی طلب میں اپنے نفس کو مارنا پڑتا ہے، اس میں آخرت کے اجر کے لیے اپنے مال کو صرف کرنے کا، اپنے پروردگار کی یاد کو دل میں جگانے کے لیے نماز وتلاوت کا خاص موقع ملتا ہے، اپنی زبان کو خوبی اور نیکی کا پابند بنانے کا ماحول ملتا ہے، اپنے وقت کو ستھرے اور پاکیزہ کام کے ساتھ وابستہ کرنے کا داعیہ ملتا ہے، اور نیک عمل کی توفیق ہوتی ہے۔

رمضان المبارک میں اللہ تعالی کے حکم سے شیاطین قید سلاسل کر دیئے جاتے ہیں، شیاطین جن کا کام بس یہ ہے کہ وہ انسانوں کو اچھے کاموں سے برگشتہ بنائیں اور بُرے کاموں کے سبز باغ دکھائیں، اس ماہ میں اپنے اس ظالمانہ اور گندے کام سے روک دیئے جاتے ہیں، اس کے نتیجہ میں نیکی کرنے والوں کی نیکی کرنے میں آسانی ہوتی ہے، اور بُرائی اختیار کرنے والوں کو بُرائی کی طرف مائل ہونے میں اتنا داعیہ نہیں باقی رہتا جتنا غیر رمضان میں ہوتا ہے۔

ہر انسان نفس ونفسانیت سے بھی مرکب ہے، انسان کا نفس لذت کوش اور راحت طلب ہوتا ہے، اس میں طمع کا مادہ بھی ہوتا ہے، اور خود غرضی کا جذبہ بھی ہوتا ہے، زندگی کی بہت سی برائیوں کو اختیار کرنے میں انسان کا نفس محرک بنتا ہے اس میں شیطان کی کوشش پر ہی انحصار نہیں شیطان اس میں صرف بڑھاوا دیتا اور طاقت پہنچاتا ہے اور مزید بڑی بُرائیوں کی طرف مائل کرتا ہے اور ان میں معاونت کرتا ہے، رمضان میں جو بُرائیاں کی جاتی ہیں وہ اس لیے کم ہوتی ہیں کہ وہ صرف نفس کے اثر سے ہوتی ہیں ان کو شیطان کا سہارا نہیں ملتا۔

لیکن انسانی نفس بعض انسانوں میں اور بعض موقعوں پر اتنا قوی اور موٹا ہو جاتا ہے کہ اس کو اپنے بُرے اقدامات کے لیے شیطان کے سہارے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہوتی، یہ نفس رمضان کی مہینہ میں بھی اپنا کام کر سکتا ہے اور کرتا ہے، لیکن اللہ تعالی نے روزہ میں یہ بھی اثر رکھا ہے کہ وہ نفس کو کمزور کر دے اور اس کو اس کے بُرے اثرات سے روکے اور اس کے اثر کم کر دے، کیونکہ روزہ درحقیقت نفس کے خراب اثر کو توڑنے کا عمل ہے، انسان کا پیٹ جب خالی ہوتا ہے اور پیاس کا احساس ہوتا ہے تو بُرائیوں کی طرف اس کا رجحان کمزور پڑ جاتا ہے، انسان میں بھرے پیٹ کے ساتھ غلط کاموں کی طرف جو میلان ہوتا ہے وہ خالی پیٹ میں اور انسانی خواہش کی عدم تسکین کے موقع پر نہیں ہوتا، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو جس کو نفسانی خواہش زیادہ ہوتی ہو لیکن اس کے پاس ازدواجی زندگی اختیار

کرنے کی مالی سکت نہ ہو، روزے رکھنے کی تلقین فرمائی تاکہ وہ اپنی خواہش پر غالب آسکے اوراس کی خاطر غلط کام میں مبتلا نہ ہوجائے، روزہ کی ساخت اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ وہ نیکیوں کی راہ بناتا ہے، اور گناہوں کی راہ روکتا ہے لیکن روزہ کے اثرات اوراس کی نیک فضا اسی وقت اپنا عمل کرتی ہے جب روزہ کو اس کے آداب اور اس کی مقررہ احتیاطوں کے ساتھ رکھا جائے، وہ خدا کے لیے ہو، اپنے کسی مادی یا خودغرضانہ مقصد کے لیے نہ ہو، روزہ میں جو باتیں ممنوع قراردی گئی ہیں ان سے پورا پرہیز ہواور روزہ کی فضاء کو قائم کرنے کے لیے جواعمال بتائے گئے ہیں وہ اختیار کئے جائیں۔

روزہ یوں تو ظاہر میں فجر کے وقت سے غروب آفتاب کے وقت تک کھانے پینے اورازدواجی عمل سے بچنے کا نام ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ جھوٹ سے، غیبت سے اور زبان وہاتھ کے دوسرے گناہوں سے پورا پرہیز کا نام بھی ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کسی نے روزہ رکھا اور کھانے سے پرہیز کیا لیکن غیبت، جھوٹ جیسے کاموں سے پرہیز نہیں کیا تو اس کو کیا ضرورت تھی کہ وہ بھوکا پیاسا رہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایسے شخص کا روزہ بیکار گیا، اسی لیے بعض ائمہ فقہ کے یہاں جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے، لیکن سب ائمہ کے نزدیک ایسا نہیں ہے، وہ کہتے ہیں کہ روزہ کا ظاہری عمل تو انجام پاجاتا ہے کیونکہ اصل شرط پوری ہوگئی، لیکن اس کا ثواب جاتا رہتا ہے کیونکہ اس کے آداب کا لحاظ نہیں کیا۔

رمضان کو اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کا موسم بنایا ہے اس میں جس قدر نیکی کرنے کی صورتیں بنتی ہیں دوسرے اعمال میں مشکل سے بنتی ہیں، اس میں تو ایک خود روزہ ایک بڑا عمل ہے، پھر اس میں نمازیں ہیں، تلاوت قرآن مجید ہے، غریبوں کی مدد ہے، اور بلا قید اور ہروقت کھانے پینے سے روک ہے، اور زہد کی کیفیت اپنانے کا موقع ہے۔

پھر بطور مزید اس میں نیکی کرنے کا ثواب ستر (۷۰) گنا کردیا گیا ہے، غیر رمضان میں کی جانے والی ایک نیکی اور رمضان میں کی جانے والی ایک نیکی کے ثواب میں ایک اور ستر (۷۰) کا فرق ہے۔

پھر رمضان میں روزے رکھنا چونکہ تمام مسلمانوں پر بیک وقت ضروری کیا گیا ہے اس لیے مسلمانوں کے معاشرہ میں اس پوری مدت میں ہر طرف ایک ہی فضا بن جاتی ہے اور وہ فضا نیکی کی، ہمدردی کی، نرم خوئی کی، اور آخرت طلبی کی، احتیاط وعبادت کی فضا ہوتی ہے۔

اسی لیے رمضان میں ان لوگوں کو جن کو بیماری یا سفر کے عذر کی وجہ سے روزہ مؤخر کرنے کی اجازت دی گئی ہے ان کو بھی یہ منع ہے کہ وہ برسرِ عام کھائیں، ان کو حکم ہے کہ سب سے علاحدہ جگہ ایسا کریں تاکہ روزہ کی فضا متاثر نہ ہو۔

رمضان دراصل نفس کو قابو کرنے اور اس کی بُری طاقت کو کمزور کرنے کا ایک سالانہ تربیتی نظام ہے، اس نظام سے ہر مسلمان کو سال میں ایک مرتبہ گزرنا پڑتا ہے، ضرورت ہے کہ جس طرح ہم زندگی کی ضروریات کے لیے کسی بھی سالانہ تربیتی کیمپ یا تربیت گاہ میں وقت توجہ وعمل کے ساتھ گزارتے ہیں رمضان کے اس نظام میں بھی اس کے آداب اور احکام کے مطابق وقت گزارا کریں تاکہ ہم اس سالانہ تربیت گاہ سے پوری طرح کامیاب ہوکر اور ایک صالح اور سچے مسلمان بن کر نکلا کریں۔

روزہ کی افادیت اور عنداللہ اس کی اہمیت کی یہ بڑی دلیل ہے کہ اللہ نے دوسرے اعمال کے مقابلہ میں اس سے اپنی پسند زیادہ ظاہر کی ہے، حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بتایا گیا ہے کہ: ﴿ كُلُّ عَمَلِ ابُنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةَ بِعَشَرِ أَمُثَالِهَا إِلىٰ سَبُعِ مِـأَةِ ضِـعُفٍ قـال الـلّـه تعالىٰ إِلَّا الصَّوُمَ فَإِنَّهٗ لِيُ وَ أَنَا أَجُزِيُ بِـه يَدَعُ شَهُوَتَهٗ وَ طَعَامَهٗ مِنُ أَجُلِيُ ﴾ یعنی آدمی کے ہر اچھے عمل کا ثواب دس (۱۰) گنے سے سات سو (۷۰۰) گنے تک بڑھایا جاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ روزہ اس عام قانون سے مستثنیٰ اور بالاتر ہے، وہ بندہ کی طرف سے خاص میرے لیے ایک تحفہ ہے، اور میں ہی (جس طرح چاہوں گا) اس کا اجر وثواب دوں گا، میرا بندہ میری رضا کے واسطے اپنی خواہش نفس اور اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے (پس میں خود ہی اپنی مرضی کے مطابق اس کی اس قربانی اور نفس کشی کا صلہ دوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان اور اس کے روزوں کی قدر کی توفیق دے۔ آمین

رمضان المبارک کے مختلف مسائل

سحری و نیت

روزے چاہے رمضان کے ہوں، چاہے کسی اور چیز کے بہر حال ان کے لیے سحری کھانا سنت ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: "سحری کھایا کرو، اس لیے کہ سحری کھانے میں برکت ہے"۔ (متفق علیہ)۔ ایک دوسری حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق اور امتیاز سحری کھانے کا ہے (کہ ہم کھاتے ہیں، وہ نہیں کھاتے)۔ (مسلم)

رہی نیت تو اس کے بغیر روزہ نہیں ہوگا، چنانچہ اگر ایک شخص صبح سے شام تک ان تمام چیزوں سے احتراز کرے جن سے روزہ دار احتراز کرتا ہے لیکن اس کی نیت روزہ رکھنے کی نہ ہو تو اس کا روزہ نہیں ہوگا، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو فجر سے پہلے ہی نیت نہ کرے اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ (ترمذی)

بعض دوسری احادیث کے پیش نظر فقہاء نے فرمایا کہ زوال سے ایک گھنٹہ پہلے نیت کرلے بشرطیکہ کچھ کھایا پیا نہ ہو تو رمضان اور نفلی روزہ رکھنا درست ہوگا، اور نیت کا محل چونکہ دل ہوتا ہے لہٰذا صرف دل میں یہ ارادہ کرلینا کافی ہے کہ کون سا روزہ رکھ رہا ہوں، زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے، البتہ بہتر یہی ہے کہ زبان سے بھی کہہ دے۔

مفسدات صوم

روزے کو فاسد کرنے والی چیزیں دو طرح کی ہیں، بعض وہ ہیں جن سے قضاء بھی لازم ہوتی ہے اور کفارہ بھی لازم ہوتا ہے، اور یہ چیزیں تین ہیں:

۱- میاں بیوی کا مخصوص تعلق کرنا، خواہ مادہ خارج ہو یا نہ ہو، دونوں شکلوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور کفارہ لازم ہوگا، اگر یہ عمل عورت کی رضامندی سے ہوا تو اس پر بھی کفارہ لازم ہوگا، اور اگر اس کی رضامندی نہیں تھی، شوہر نے یہ عمل زبردستی کیا تو عورت پر صرف قضاء لازم ہوگی، اگر ابتداء میں اسے مجبور کیا گیا ہو اور بعد میں اس کی رضامندی ہوگئی ہو تب بھی اس پر صرف قضاء لازم ہوگی۔

۲- جان بوجھ کر کسی ایسی چیز کا کھانا جس کو بطور غذاء یا دوا استعمال کیا جاتا ہے، جیسے روٹی چاول شربت یا کسی دوا کا استعمال کرنا۔

اس کے برخلاف اگر بھولے سے یہ اعمال انجام دے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر کوئی ایسی چیز کھائے جسے غذاء یا دوا کے طور پر کھایا نہیں جاتا ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا، مثلاً کوئی کنکری یا لوہے کا ٹکڑا کھالے۔

ان تین چیزوں سے کفارہ واجب ہونے کا ذکر اشارۃً یا صراحتاً حضرت ابو ہریرہؓ کی اس حدیث میں آیا ہے، فرماتے ہیں کہ ہم سب آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بدو حاضر خدمت ہوئے اور کہا اے اللہ کے رسول! میں تباہ ہوگیا؛ آپ ﷺ نے پوچھا، کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے (رمضان کے) روزہ کی حالت میں بیوی سے جماع کرلیا۔ آپ نے پوچھا، کیا آزاد کرنے کے لیے تمہارے پاس غلام ہے؟ اس نے کہا، نہیں؛ آپ نے فرمایا، تو کیا دو مہینے مسلسل روزہ رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا، اتنا مال ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھلا سکو؟ اس نے کہا نہیں (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ جماع سے قضاء و کفارہ دونوں لازم ہوں گے، اور اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ چونکہ کھانا پینا بھی اسی کے درجہ میں ہے لہٰذا اس کا بھی یہی حکم ہوگا، ساتھ ہی کفارہ کی ترتیب بھی معلوم ہوئی کہ پہلے نمبر پر غلام آزاد کرنا ہے، نہ کر سکے جیسا کہ موجودہ دور میں غلامی کا خاتمہ ہوجانے کے سبب کسی کے لیے بھی یہ شکل ممکن نہیں ہے تو دو مہینے مسلسل روزے رکھے، اگر ان روزوں کے درمیان رمضان آگیا یا ایام تشریق آگئے تو تسلسل ٹوٹ جائے گا، اور ابتداء سے روزے رکھنے پڑیں گے، یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جب بیمار ہو جائے یا عورت نفاس کی حالت میں ہو جائے، تسلسل اس سے بھی ٹوٹ جائے گا، البتہ اگر درمیان میں عورت کو حیض پیش آجائے تو وہ روزے رکھنا بند کردے، پھر حیض رک جائے تو جتنے روزے باقی رہ گئے تھے صرف وہی رکھ لے پھر سے رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور اگر کسی کو روزہ رکھنے کی بھی طاقت نہیں ہے تو ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، یا ہر مسکین کو صدقۂ فطر کے بقدر غلہ دے یعنی نصف صاع (۱/کلو۶ سو۳۳ گرام) گیہوں یا ایک کیلو جو یا کھجور یا ان چیزوں کے قیمت کے بقدر کوئی دوسری چیز یا نقد روپے دے، اگر اس طرح کرنے کے بجائے کسی ایک مسکین کو ساتھ دن تک دو وقت کھانا کھلا دے تب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

مفسدات صوم کی دوسری قسم

وہ ہے جس سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے، کفارہ لازم نہیں ہوتا، یہ چیزیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱-اگر کسی کو کھانے پر جان و مال کی دھمکی دے کر مجبور کیا گیا' اور اس نے خوف سے کھالیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن صرف قضاء لازم ہوگی' یہی حکم اس وقت ہوگا جب غلطی سے کچھ کھا پی لے، یعنی روزہ یاد تھا کھانے یا پینے کا ارادہ نہیں تھا لیکن کھانے پینے کی چیز حلق سے نیچے اتر گئی، اس طرح بھولے سے کھانا الگ چیز ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، اور غلطی سے کھانا الگ چیز ہے اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء لازم ہو جاتی ہے۔

۲-اگر کوئی ایسی چیز کھائی یا پی جس کو بطور دوا یا غذاء نہیں کھایا یا پیا جاتا ہے جیسے کنکری وغیرہ۔

۳-دانتوں میں کوئی چیز اٹکی ہوئی تھی اگر وہ چنے کے برابر یا اس سے بڑی تھی تو اس کو نگلنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء ہوگی اور اگر چنے سے چھوٹی تھی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن یہ اس وقت ہے جب منہ سے نہ نکالا ہو اگر نکال کے کھائے تو چیز چھوٹی ہو یا بڑی روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۴-اگر حقنہ لگایا، یا ناک کے اندرونی حصہ میں دوا ڈالی، یا کان میں تیل یا کوئی دوا ڈالی، یا عورت نے اپنے مخصوص شرم گاہ میں دوا ڈالی تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضاء لازم ہوگی، لیکن اگر آنکھ میں دوا ڈالی یا سرمہ لگایا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح اگر کان میں پانی ڈالا تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

۵-اگر اگربتی یا لوبان سلگائی پھر اس کو سونگھا اور دھواں اندر چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اسی طرح سگریٹ بیڑی وغیرہ سے بدرجہ اولیٰ روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۶-قے کے بارے میں لوگوں میں عام طور سے یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ چاہے جس طرح کی بھی قے ہو روزہ ٹوٹ جائے گا، حالانکہ اس کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کو روزہ کی حالت میں خود سے قے ہو جائے اس پر قضاء نہیں ہے اور جو جان بوجھ کر قے کرے اس پر قضاء لازم ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) اس حدیث کی بنیاد پر فقہاء نے فرمایا کہ قے کی کئی حالتیں ہوسکتی ہیں لیکن روزہ صرف دو حالتیں میں ٹوٹے گا: (۱) ایک تو یہ کہ منہ بھر کے قے ہو اور روزہ دار اس کو نگل جائے۔ (۲) عمداً منہ بھر کے قے کرے، باقی کوئی صورت مفسد صوم نہیں ہے۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے

بھول کر کھانے پینے، سر میں تیل لگانے، عطر لگانے اور نہانے دھونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، اگر دن میں سو جائے اور احتلام ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، اسی طرح دن میں انجکشن لگوانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ فوری ضرورت نہ ہو تو افطار کے بعد انجکشن لگوائے، مسواک خواہ تازی اور ہری ہو یا چاہے خشک ہو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، البتہ منجن وغیرہ کرنا مکروہ ہے اور اگر منجن حلق سے نیچے اتر جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اگر زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

رمضان کے مہینہ میں اگر کسی کا روزہ کسی وجہ سے ٹوٹ جائے تب بھی اس پر واجب ہے کہ رمضان کے احترام میں دن میں روزہ دار کی طرح کھانے پینے سے احتراز کرے۔

پان تمباکو اور سیگریٹ بیڑی کا حکم

اسی حکم میں پان تمباکو اور سیگریٹ وغیرہ بھی ہیں، پان تمباکو کی پیک اگر کوئی نگل لیتا ہے تو بالکل واضح بات ہے کہ اس نے ایک چیز حلق کے نیچے اتار لی، لہٰذا اس سے روزے کے چلے جانے میں کوئی شبہ کی بات ہی نہیں ہے، لیکن بعض لوگ پیک نگلتے نہیں ہیں صرف پان یا تمباکو کو چبا کر اس کو تھوک دیتے ہیں، اس سے بعض حضرات کو شبہ ہوتا ہے کہ اس سے شاید روزہ نہ ٹوٹے اس لیے کہ

فقہاء نے فرمایا ہے کہ کسی چیز کے چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور اس شکل میں صرف ایک چیز کو چبایا گیا کھایا نہیں گیا، لیکن یہ شبہ درست نہیں ہے، اس لیے کہ کھانے پینے کو مفسد صوم قرار دیا گیا ہے، اور ان چیزوں کے چبانے کو بھی کھانا کہتے ہیں، پھر کچھ اجزاء بہر حال حلق کے نیچے اترتے ہیں، ساتھ ہی اس کے عادی لوگوں کو اس میں خاص لذت ملتی ہے، لہٰذا نہ صرف یہ کہ ان سے روزہ ٹوٹ جائے گا، بلکہ اگر ان چیزوں کو جان بوجھ کر استعمال کیا گیا تو کفارہ بھی لازم ہوگا، اسی حکم میں گل سے دانت مانجھنے کا بھی حکم ہوگا، اس لیے کہ اس میں بھی خاص لذت ملتی ہے، اور کچھ اجزاء کے حلق کے نیچے اتر جانے کا قوی امکان رہتا ہے۔

جہاں تک بیڑی سگریٹ وغیرہ کا تعلق ہے تو اس میں جان بوجھ کر دُھواں اندر لیا جاتا ہے اور جان بوجھ کو دُھواں اندر لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، لہٰذا ان تمام چیزوں سے پرہیز ضروری ہے۔

منجن اور ٹوتھ پیسٹ کا حکم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی بڑی تاکید فرمائی ہے، اس اعتبار سے فقہاء نے رمضان میں بھی مسواک کرنے کی اجازت دی ہے، چاہے مسواک کی لکڑی سوکھی ہو یا گیلی، لیکن اگر مسواک کی تری یا اس کی لکڑی حلق کے نیچے اتر جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا روزہ کی حالت میں مسواک کرتے ہوئے اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ مسواک کی تری یا لکڑی کا کوئی حصہ حلق سے نیچے نہ اترنے پائے۔

جہاں تک منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ کا تعلق ہے تو ان کا حکم مسواک کے حکم سے الگ ہے، اس لیے کہ ان میں ذائقہ بہت بڑھا ہوا ہوتا ہے، لہٰذا جس طرح فقہاء نے فرمایا کہ کسی عذر کے بغیر کسی چیز کا چبانا مکروہ ہے اسی طرح ان سب چیزوں کا بھی حکم ہوگا، البتہ کسی خاص عذر سے اگر ان چیزوں سے دانت مانجھ لے تو انشاء اللہ کراہت نہیں ہوگی۔

آکسیجن کا حکم

دمہ کے سخت مریض کو دورہ پڑنے کے وقت آکسیجن پہنچائی جاتی ہے، روزہ کی حالت میں اس طرح آکسیجن لینے کا کیا حکم ہوگا؟ فقہی جزئیات کو سامنے رکھا جائے تو خیال ہوتا ہے کہ اگر آکسیجن کے ساتھ کوئی دوا نہ ہو تو روزہ فاسد نہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ سانس لینا ہے اور سانس کے ذریعہ ہوا لینا نہ مفسد صوم ہے اور نہ اس پر اکل و شرب کا اطلاق ہوتا ہے، اگر اس کے ساتھ دوا کے اجزاء بھی ہوں تو پھر اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا (جدید فقہی مسائل: ۱/۱۸۸)

جہاں تک دمہ ہی کے مریض کے لیے انہیلر کے استعمال کا تعلق ہے تو چونکہ اس میں دوا ملی ہوئی ہوتی ہے لہٰذا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

انجیکشن اور ڈرپ لگوانے کا حکم

جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ انجکشن خواہ کسی بھی قسم کا ہو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا خواہ رگ میں لگایا جائے یا گوشت میں، یہی حکم ڈرپ لگوانے کا بھی ہے، لیکن بغیر کسی عذر کے بہتر یہی ہے کہ دن میں نہ لگوائے، رات میں لگوائے، ضرورت ہو تو دن میں بھی لگوا سکتا ہے، لیکن صرف اس مقصد سے ڈرپ لگوانا کہ بدن میں طاقت آجائے اور پیاس میں کمی ہوجائے مکروہ ہے۔

زبان کے نیچے دوا رکھنے کا حکم

فقہاء نے بلا عذر کسی چیز کو منہ میں رکھنے اور چکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، البتہ یہ وضاحت کی ہے کہ اگر کسی عذر سے ایسا کرے تو کراہت نہیں ہوگی، عذر کی مثال میں فقہاء نے لکھا ہے کہ شوہر اگر بد اخلاق اور سخت مزاج والا ہو تو اس کی بیوی کے لیے نمک وغیرہ کا پتہ لگانے کے لیے چکھنا جائز ہوگا۔ لیکن ساتھ ہی فقہاء نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ اگر کوئی ایسی چیز منہ میں رکھی اور چبائی جس کا حلق کے نیچے اتر جانا ظن غالب کے درجہ میں ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اس کی مثال میں فقہاء نے بعض گوندوں کا نام لیا ہے، غالباً اسی وجہ سے ہمارے علماء نے پان تمباکو وغیرہ منہ میں رکھنے کو مفسدِ صوم قرار دیا ہے، اس لیے کہ اس کے اثرات واضح طور پر حلق کے نیچے جاتے ہیں اور تمبا کو کی طلب پوری ہوجاتی ہے۔

اس تفصیل کے بعد ہم آسانی سے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ''انجائنا'' کے مریضوں کے لیے Angised کا استعمال اس ضرورت سے کہیں بڑھ کر ہے جس کے تحت بیوی کو نمک چکھنے کی اجازت دی گئی ہے، اور سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ یہ دوا حلق کے نیچے تو نہیں اترتی؟ اگر احتیاط کے باوجود دوا کے ذرّات مخصوص گوند کی طرح حلق کے نیچے اتر جاتے ہوں تو اس کے منہ میں رکھنے سے

روزہ ٹوٹ جائے گا، اور زبان کے نیچے رکھنے کے بعد افاقہ ہو جانے سے لگتا ہے کہ بظاہر یہی بات ہے، لیکن ماہرین کی رائے ہے کہ ایسا نہیں ہے، اسی کے پیشِ نظر کہا جاسکتا ہے کہ جہاں تک ہوسکے روزہ دار اس گولی کا استعمال نہ کرے، لیکن اس کے استعمال سے روزہ اسی وقت فاسد ہوگا جب دوا ملا ہوا لعاب حلق کے نیچے اتر جائے، صرف زبان کے نیچے گولی رکھنا مفسدِ صوم نہیں ہوگا۔

انہیلر کے استعمال کا حکم

جن لوگوں کو تنفس اور دمہ وغیرہ کی شکایت ہوتی ہے ان کو انہیلر (Inhaler) کے ذریعہ دوا کا استعمال کرنا پڑتا ہے، اس کے ذریعہ سفوف کا نہایت مختصر جزء پھیپھڑے تک پہنچایا جاتا ہے، فقہاء کے نزدیک اس طریقۂ علاج کے ذریعہ دوا کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اس لیے کہ فقہی جزئیات سے صاف طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ منافذ اصلیہ سے جب کسی چیز کو داخل کیا جا رہا ہو تو محض ادخال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور انہیلر کے استعمال سے بہر حال ادخال ہوتا ہے خواہ دوا کی مقدار معمولی ہی کیوں نہ ہو۔

بھاپ کی شکل میں دوا کا استعمال

نمونیہ اور بعض دوسرے امراض میں بھاپ کے ذریعہ بھی دوا استعمال کی جاتی ہے، یہ استعمال کبھی دوا کو پانی میں ڈال کر اور پانی کو کھولا کر اس کی بھاپ منہ اور ناک سے لے کر کیا جاتا ہے، اور کبھی یہ عمل بعض آلات کے ذریعہ کیا جاتا ہے، بہر حال بھاپ خواہ کسی آلہ کی مدد سے اندر لے جائے یا سادہ طریقہ سے، دونوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا، اس لیے کہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ عمداً دھواں حلق کے نیچے اتارنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور یہ بات اس میں مکمل طور سے پائی جاتی ہے۔

بواسیری مسّوں پر مرہم کا حکم

اگر پیچھے کے راستہ سے کسی دوا کا استعمال کیا جائے اور دوا موضع حقنہ تک پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لیے کہ فقہاء نے اس کو بھی منافذِ اصلیہ میں شمار کیا ہے، البتہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اگر دوا موضع حقنہ تک نہ پہنچے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔
اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ بواسیری مسوں پر کوئی دوا یا مرہم لگانے سے یا ان کو پانی سے تر کر کے چڑھانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس لیے کہ واقف کاروں کا کہنا ہے کہ بواسیری مسّے موضع حقنہ سے کافی نیچے ہوتے ہیں۔

تحقیق مرض کے لیے آلات کا استعمال

اگر امراض کی تحقیق کے لیے پچھلی شرم گاہ میں کسی آلہ سے مدد لی جائے تو اگر یہ آلات خشک ہیں اور ان کا ایک سرا باہر ہے جیسا کہ عام طور سے ہوتا ہے تو ان آلات کے اندر داخل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن اگر آلہ پر کوئی تیل یا گریس جیسی چیز لگا کر اس کو داخل کیا گیا ہے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔
یہی حکم عورت کی اگلی شرم گاہ میں تحقیق کے لیے کسی آلہ کے داخل کرنے کا بھی ہے۔

رحم تک آلات پہنچانا

رحم کی صفائی کے لیے اور فمِ رحم کو کشادہ کرنے کے لیے جو آلات (Dilators) استعمال کیے جاتے ہیں، اور اندرونی رحم کھرچنے کا آلہ (Curette) اگر ان پر کوئی تیل وغیرہ لگا کر ان کو داخل کیا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر ان کو خشک داخل کیا گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔
لیکن اگر خشک داخل کر کے اور ایک مرتبہ باہر نکال کر دوبارہ صاف کیے بغیر ان کو پھر داخل کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

عورت کا شرمگاہ میں دوا کا رکھنا

اگر اندرونی حصہ میں دوا رکھی جائے، یا رکھی اوپری حصہ میں جائے لیکن وہ اندرونی حصہ تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، خواہ دوا خشک ہو یا تر ہو۔

مثانہ تک نلکی پہنچانا

اگر مرد کے مثانہ تک نلکی پہنچائی جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، خواہ نلکی خشک ہو یا تر، اس سے دوا پہنچائی جائے یا نہیں، اور اگر عورت کے مثانہ میں نلکی پہنچائی تو اگر نلکی تر ہے یا اس سے دوا پہنچائی گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن اگر نلکی خشک ہوا اور اس سے دوا بھی نہ پہنچائی جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

شب قدر

برکات ربانی کی سب سے پہلی بارش

امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ

شب قدر میں اقوام کی قسمتوں کا فیصلہ ہوا اور برکات ربانی کی سب سے پہلی بارش ہوئی رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے، جو بہت ہی برکت اور خیر کی رات ہے۔ قرآن کریم میں اس کو ہزار مہینوں سے بہتر بتلایا ہے، خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس رات کی عبادت نصیب ہو جائے، نبی ﷺ نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت زیادہ ہیں اور آپ ﷺ کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں اگر وہ نیک اعمال میں عمر بھی کھپائیں تو بھی برابر نا ممکن ہے، اس سے اللہ کے لاڈلے نبی ﷺ کو رنج ہوا، اس کی تلافی میں یہ رات مرحمت ہوئی، بعض روایات میں یوں بھی منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چار حضرات کا ذکر فرمایا حضرت ایوبؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت حزقیلؑ، حضرت یوشعؑ جو اسی (۸۰) برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے اور پلک جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی، اس پر صحابہ کرامؓ کو حیرت ہوئی تو حضرت جبرئیلؑ حاضر خدمت ہوئے اور سورۃ القدر سنائی۔

لیلۃ القدر کے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے:

"عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قام ليلة القدر ايماناً واحتساباً غفر له ماتقدم من ذنبه".

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی انیت سے عبادت کے لیے کھڑا ہو، اس کے تمام پچھلے گناہ (نہ حقوق العباد) معاف کئے جاتے ہیں۔

آیئے شب قدر کی تاریخ پر نظر دوڑاتے ہیں مکہ سے تین میل کی مسافت پر کوہِ حراء واقع ہے، آج سے ۱۴۱۳ برس پہلے ایام رمضان میں سخت گرمی کے دن تھے، اور شدت گرمی سے ریگستان بطحاء کا ذرہ ذرہ تنور بن رہا تھا، اس کوہِ حراء کے ایک تیرو تاریک غار میں مادیات عالم سے ایک کنارہ کش نوجوان سر بزانو تھا۔

وہ بھوکا تھا لیکن بھوکا نا تھا کہ اس کے پاس کھانے کی وہ چیز تھی جس کو کھا کر پھر انسان کبھی بھوکا نہیں ہوتا، وہ پیاسا تھا لیکن وہ پیاسا نہ تھا کہ اس کے پاس پینے کی وہ چیز تھی جس کو پی کر پھر انسان کبھی پیاسا نہیں ہوتا، وہ تین تین چار چار دن کھانا پینا چھوڑ دیتا تھا، اس کے جان نثار بھی اس کی محبت میں کھانا پینا چھوڑ دیتے لیکن وہ ان کو منع کرتا تھا، کہ تم میں کون میری طرح ہے، میں بھوکا ہوتا ہوں تو میرا آقا مجھ کو کھلاتا ہے، میں پیاسا ہوتا ہوں تو میرا آقا مجھ کو پلاتا ہے۔

کوہ حرا کا عجلت نشیں اسی طرح بھوکا پیاسا سر بزانو تھا کہ ایک نور بے کیف نے تیرہ وتار غار کو روشن کر دیا وہ نور بے کیف کیا تھا؟ ہدایت وعرفان کا ایک آفتاب تھا جو مطلع حظیرۃ القدس سے طلوع ہو کر اس کے سینے میں غروب ہو گیا، بے شک اس نے تو یہ کلام آپ ﷺ کے دل میں اتارا ہے پھر اس کے سینے سے نکل کر تمام عالم کو اس شعاعوں سے روشن کر دیا، وہ آفتاب جس کا مطلع حظیرۃ القدس تھا وہ آفتاب جس کا مغرب سینہ نبوی تھا، وہ آفتاب جس نے عالم کو منور کیا، قرآن مجید تھا جو ماہ مقدس کی شب مبارک میں آسمان سے زمین پر نازل ہونا شروع ہوا، رمضان المبارک خدا کا کلام بندے کو پہنچنا شروع ہوا، پس ان ایام میں ہماری بھوک، ہماری پیاس، ہمارا حادثات عالم سے اجتناب اس یادگار میں ہے کہ ہم تک جو خدا کا پیغام لایا وہ ان دنوں بھوکا اور پیاسا تھا اور تمام لذائز مادی سے مجتنب تھا۔

رمضان المبارک کی حقیقت یہی ہے کہ وہ ماہ جس میں داعیٔ اسلام حسب اتباع نوا، نبوت تحمل نزول، قرآن کے لیے ضروریات مادیۂ عالم سے مستغنی رہا اور اس لیے ضروری ہوا کہ پیروان ملت اسلامیہ اور متبعین طریقت محمدیہ ان ایام میں ضروریات مادۂ عالم سے مستغنی رہیں۔

وہ کون سی شب مبارک تھی جس میں خدا کا کلام روح پرور

ایک انسانی منھ میں ڈالا گیا، وہ لیلۃ القدر یعنی عزت وحرمت کی رات تھی۔ بے شک وہ عزت وحرمت کی رات تھی، وہ رات تھی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے کہ آسمان والوں کی باتیں زمین والوں کو سنائیں، وہ امن وسلامتی کی رات تھی کہ اس میں دنیا کے لیے امن وسلامتی کا پیغام آیا۔

وہ شب کیا عجیب شب تھی، دنیا عصیان وحق ناشناسی کی تاریکی میں مبتلا تھی، دیو باطل کا تمام عالم اسلام پر استیلاء تھا، توحید کا چہرہ نورانی کفر وشرک کی ظلمت میں محجوب تھا، نیکیاں بدیوں سے شکست کھا چکیں تھیں، دنیا کی تمام متمدن اور زبردست قومیں قوت الٰہی سے بغاوت کر چکی تھیں، ایک نحیف وضعیف قوم بحر احمر کے کنارے کے ریگستانوں پر غفلت وجہالت کے بستروں پر بڑی سو رہی تھی، لیکن اس ظلمت کدۂ عالم میں صرف ایک گوشہ تھا جو روشن تھا، وہ گوشہ غار حراء کا گوشہ تھا، وہ عزلت نشیں حرا کی جبین مبارک تھا، جو قوۃ الٰہی کے آگے سربسجود تھی، میری مراد محمد ﷺ کا قلب اقدس ہے۔

یہ رات بھی عجیب تھی کہ جس میں قوموں کی قسمت کا فیصلہ ہو رہا تھا، جابرہ عالم کی تنبیہ وتادیب کے لیے ایک نحیف وضعیف قوم کا انتخاب ہو رہا تھا، نیکیوں کا لشکر دوبارہ مقابلہ کے لیے آراستہ کیا جا رہا تھا، نور کی سرعسکری کے لیے وہ وجود اقدس منتخب ہو رہا تھا، جو حرا کے غیر موضوع حجرے میں بے دار اور سربسجود تھا اور رحمت کے محافظ فرشتے اس کے گرد صف بستہ کھڑے ہیں ارشاد ربانی ہے: ہم نے اس کتاب مبین کو ایک مبارک شب میں اتارا کہ ہمیں انسانوں کو ڈرانا ہے، پس یہ شب وہ تھی جس میں اقوام عالم کی قسمتوں کا فیصلہ ہوا، یہ وہ شب ہے جس میں برکات ربانی کی ہم پر سب سے پہلے بارش ہوئی، یہ وہ شب ہے جب اس سینے میں جو خزینہ نبوت تھا، کلام الٰہی کے اسرار سب سے پہلے منکشف ہوئے اور رحمت ہائے آسمانی نے زمین میں نزول کیا، پس ہر مومن کو ضروری ہے کہ اس شب میں رحمتوں کا طالب ہو، رحیم ورحمٰن کے آگے سر نیاز خم رکھے اور بعد خشوع وخضوع دست تضرع دراز کرے کہ خدایا میں ایمان لایا فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور تقدیر پر اور پکار اٹھے پروردگار! تیری باتیں سنیں، تیری طاعت کا عہد کیا، اب تیری مغفرت کے طالب ہیں اور تو ہی ہمارا مرجع ہے کسی کو تو اس کی قوت سے زیادہ کا حکم نہیں دیتا اور خیر وشر انسان کی کمائی ہے، پس اے پروردگار! اگر ہم سے بھول ہو یا کوئی خطا ہو تو مواخذہ نہ کر، پروردگار! ہماری طاقت سے زیادہ ہم پر بوجھ نہ ڈال، ہمیں معاف کر، ہمارے گناہ بخش، ہم پر اے ہمارے آقا رحم فرما اور کفار پر ہمیں غلبہ نصیب فرما۔

مذہب کی پاک روح مردہ ہو چکی تھی لیکن اس رات میں اعادہ معدوم اور حیات بعد الممات ہوا، وہ کتم عدم سے عالم شہود میں اترے، اس رات میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے اترتے ہیں، یہ فرشتے اور روح اس رات میں اترتے ہیں مگر بتدریج پورے ایک مہینہ میں اترتے ہیں، کیونکہ دنیا کا دامن دفعۃً ان برکات وفضائل کے سمیٹنے کی وسعت نہیں رکھتا۔ روح کی حقیقت کیا ہے؟ خدا تعالیٰ نے فرمایا: "من کل امر سلم" یعنی وہ ملائکہ اور روح امن سلامتی ہو جو دنیا کو یکسر انسیت وسلامتی کی برکتوں سے معمور کرتی ہے۔

پھر یہ سکون واطمینان اور فیض صرف عرب کے لیے مخصوص نہیں، بلکہ مشرق ومغرب دونوں کو محیط ہے۔

لیلۃ القدر کو صرف اس لیے فضیلت نہیں کہ اس میں عبادت کا ثواب عام راتوں سے زیادہ ملتا ہے بلکہ اس بناء پر بھی کہ اس میں ہم کو ایک کتاب دی گئی اور ہم کو مشرق ومغرب میں اس کی منادی کرنے کا حکم دیا گیا، بادشاہوں کی منادی طبل علم کے ساتھ کی جاتی ہے، لیکن خدا کی منادی تہلیل وتکبیر کے ساتھ ہونی چاہئے، رمضان کے بعد عید کا حکم اس لیے دیا گیا تا کہ تہلیل وتکبیر کی مقدس صداؤں میں اسلام کے جاہ وجلال، نفوذ قوت، اور وسعت واثر کا سماں دنیا کو نظر آجائے۔

پر آہ! تمہاری غفلت کیسی شدید اور تمہاری گمراہی کیسی ماتم انگیز ہے کہ تم لیلۃ القدر کو تو ڈھونڈتے ہو پر اس کو نہیں ڈھونڈتے جو لیلۃ القدر میں آیا ہے اور جس کے ورود سے اس رات کی قدر ومنزلت بڑھی، اگر تم اسے پا لو تو تمہارے لیے ہر رات لیلۃ القدر ہے۔

اگر قدر بدانی　　　ہر شب، شب قدر است

اللہ کریم ہمیں اپنے بندوں میں شامل فرمائیں اور کامل اتباع محمد ﷺ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

روزہ کا مقصد

مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ

روزہ نام ہے رکنے کا، لیکن کن کن باتوں سے رکنا؟ تو بہت سی باتیں واجب ہیں بہت سی فرض ہیں بہت سی مستحب ہیں، بہت سی سنت ہیں، مگر رکنا سب سے ہے، اور اللہ میاں کے یہاں واجب، فرض، مستحب یہ سب کچھ نہیں، یہ سب فارملٹی کی چیزیں ہیں، اللہ میاں کے نزدیک تو سب برابر ہیں، ہمارے اور آپ کے لیے اللہ نے کہا یہ فرض ہے، یہ سنت ہے، یہ مستحب ہے، یہ واجب ہے، لیکن اللہ میاں کے یہاں سب اپنی جگہ پر ضروری ہیں، اس لیے اگر کوئی نیت کی تصحیح کے ساتھ چھوٹا بھی کام کرے گا، تو اس کا کام بہت بڑا ہوجائے گا، تو روزہ میں بھی بہت سی چیزیں چھوڑنا ہیں، ان سے رک جانا، کھانا نہیں کھانا ہے، پانی نہیں پینا ہے، اور غلط کام نہیں کرنے ہیں، جن سے روزہ ٹوٹ ہی جاتا ہے، ان کے علاوہ بہت سے ایسے بھی کام ہیں جن کے بارے میں مفتی تو فتوی دے گا کہ روزہ نہیں ٹوٹا لیکن اگر آپ متقی بننا چاہتے ہیں تو اندر سے فتویٰ آئے گا کہ روزہ ٹوٹ گیا، متقی جو اندر بیٹھا ہوا ہے وہ آپ کا دل ہے، حدیث میں ہے: استفت قلبك، یعنی اپنے دل سے پوچھو، وہ صحیح بتائے گا، جب اندر سے پوچھا جائے گا تو اندر سے آواز آئے گی کہ آپ کا روزہ بے کار ہے، اسی لیے کہا گیا کہ اگر آپ غیبت کرتے ہیں یعنی غیبت میں مبتلا ہیں، دوسروں کی برائی کرنے میں مبتلا ہیں یا بلا وجہ فضول گوئی میں مبتلا ہیں، بلا وجہ کی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے ہیں، باتیں ہی کرتے چلے جارہے ہیں، تو ایسے میں ہمارا اور آپ کا روزہ نہیں ہوتا، تو آج روزہ کا جو فائدہ نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم روزہ رکھتے تو ہیں لیکن ایسے کام کرجاتے ہیں کہ جن سے روزہ کا فائدہ ختم ہوجاتا ہے، روزہ کا جو نفع ہونے والا ہے وہ مٹ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رمضان بنایا ہی ہے رحمت کے لیے یعنی رمضان آتے ہی رحمتیں اوپر سے نازل ہونا شروع ہوجاتی ہیں، لیکن جیسے بارش ہوتی ہے تو بعض زمینیں ایسی ہوتی ہیں جو پانی اس پر رکتا ہی نہیں، بعض جذب کرلیتی ہیں، لیکن بارش تو ہوتی ہے، تو اب اگر ہم ہی خراب ہیں، تو رحمت سے فائدہ ہی نہیں ہوگا، تو اللہ تعالیٰ نے اسی لیے کہا پہلا عشرہ جو ہے وہ رحمت کا ہے، اب اگر اوپر سے رحمت کی بارش ہورہی ہے اور ہم اور آپ کو فائدہ نہیں ہورہا ہے، یعنی اوپر سے یہ فرش کسی نے بنادیا ہے تو فرش توڑ دیجئے آپ، تاکہ کچی زمین آجائے، رحمت اس میں اندر داخل ہوجائے، یعنی گناہوں کا فرش بنادیا ہے، اور گندگی اور ناپاکی کا فرش بنادیا ہے، تو اس سے رحمت کا کوئی اثر نہیں ہو پارہا ہے، تو اگر دس دن تک ہم نے اس کو کچھ کھودا، تو کم از کم کچھ اوبڑ کھابڑ ہوگیا، اور اس میں پانی کچھ جانے لگا، تو اسی کا نام ہے مغفرت، دوسرا عشرہ مغفرت کا ہے، تو مغفرت گویا کہ حاصل ہونے لگی، اب اگر دس دن اور محنت کرڈالی ہم نے اور کھود کھاد کے سب نکال دیئے تو عتق من النار آخر میں آپ کا کام ہوہی جائے گا۔

لیکن جن لوگوں نے پہلے ہی سے کھیتیاں تیار کررکھی ہیں، کہ بارش آنے والی ہے جو مینڈھیں باندھنا ہوں باندھ لو، اور جو بوڑنا ہو بوڑلو، اور جہاں ہل چلانا ہو چلالو، اور اس کے بعد جیسے ہی بارش ہوئی، تو ان کے کھیت لہلہانے لگے، اسی وقت سے ان کا کام بن گیا، اور جو بیٹھے سوچتے رہے کرلیں گے، کرلیں گے، اور انسان کو یہی شیطان بہکاوا دیتا ہے، ارے ابھی وقت پڑا ہوا ہے کرلینا، تو اہتمام آدمی نہیں کرتا، اسی لیے آپ دیکھئے کہ رمضان کا اہتمام پہلے سے رسول پاک ﷺ کیا کرتے تھے، کسی مہینہ میں آپ سے اتنے روزے ثابت نہیں، جتنے شعبان میں ثابت ہیں، یہ اصل میں وہی تیاری ہے کہ رحمت کی برکھا ہونے والی ہے، اب اگر ہم بننا چاہتے ہیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو ہم لوگ تیار ہوجائیں۔

لیکن بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو کوشش ہی نہ کرتے بلکہ کہتے ہیں مجھ سے تو ہوتا ہی نہیں تو یہ کوئی مردانہ بات نہیں ہے، یوں تو آپ لوگ اور ہم لوگ سب اپنے کو مرد کہتے ہیں، لیکن جب یہ بات کہی جاتی ہے کہ یہ کام کرلیجئے تو کہتے ہیں مجھ سے نہیں ہوتا، ارے کوئی مرد ایسے بھی کہہ سکتا ہے، کہ مجھ سے نہیں ہوتا، انسان تو اسی کا نام ہے جو یہ کہے کہ مجھ سے کیا نہیں ہوسکتا، میں ہر کام کرسکتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ہم کو جو یہ رمضان دیا ہے یہ رمضان اسی لیے دیا ہے کہ ہمارا باطن ٹھیک ہوجائے، بطن بھی ٹھیک ہوجاتا ہے، لیکن دونوں کام اعتدال سے کیے جائیں، اس لیے ہمیں کوشش کرنی ہے کہ ہم تقویٰ والی زندگی گذاریں اور اپنے آپ کو تیار کرنے والے ہوجائیں، اور ہم جس گناہ میں مبتلا ہیں سوچ سوچ کر اس کو دور کرنے کی کوشش کریں، اور مشق کریں کہ یہ کام اب سے نہیں کرنا ہے۔ اللہ پاک ہمیں توفیق دے۔

اسلامی عقائد

قرآن وحدیث کی روشنی میں

گزشتہ سے پیوستہ

بلال عبدالحی حسنی ندوی

استغاثہ و استعانہ

یہ دونوں کام یعنی فریاد کرنا اور پناہ چاہنا یہ بھی صرف اللہ کے لیے خاص ہیں، حدیث میں آتا ہے:"إنما لا یستغاث بي فإنه یستغاث باللّٰہ سبحانه" (میرے سامنے استغاثہ نہیں کیا جاسکتا، استغاثہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے کیا جائے گا)۔ قرآن مجید میں صاف صاف فرمایا گیا:﴿وَإِن يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ (یونس:۱۰۷) (اور اگر اللہ تمہیں کسی تکلیف میں ڈال دے تو اس کے سوا کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمالے تو اس کے فضل کو کوئی ٹال نہیں سکتا وہ اپنے بندوں میں جسے چاہے اسے عطا کرے)۔

یہ بھی عبادت میں ہی شرک کا عمل ہے کہ آدمی اپنے آپ کو کسی کا بندہ کہے، بندگی صرف اللہ کی ہے، بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا کہ وہ اس طرح جملہ زبان سے ادا کرتے ہیں کہ:"نحن عباد محمد و اللّٰہ رب محمد" (ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے ہیں اور اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے)، یہ کھلا ہوا مشرکانہ جملہ ہے، سب اللہ کے بندے ہیں اور سب کا رب اللہ ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر اسی کی تعلیم دی، فرمایا:"إنما أنا عبد اللّٰہ و رسوله فقولوا عبد اللّٰہ و رسوله" (میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں تو تم اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو)۔

اسی طرح رسول بخش، عبدالنبی، عبدالرسول، پیر بخش، فدا حسین، سالار بخش جیسے نام رکھنا بھی درست نہیں، اس سے بھی شرک کی بو آتی ہے، بخشش صرف اللہ کا کام ہے کسی دوسرے کو اس میں کسی طرح بھی شریک کرنا توحید کے خلاف ہے۔

اطاعت مطلقہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر احکامات اتارے، ان پر چلنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت ماننا فرض ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو ضروری جاننا ایمان کا بنیادی حصہ ہے، یہی اصل دین ہے کہ اللہ کے حکم پر چلا جائے اور اللہ کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے ہی معلوم ہوتا ہے، پس اس پر عمل کرنے میں نجات ہے اگر کسی دوسرے کو مطلق اطاعت کے قابل سمجھا جائے اور اس کی بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر مقدم کیا جائے تو یہ شرک ہے خواہ کتنا ہی بڑا بزرگ، ولی، امام، مجتہد یا قطب ہو، سب اللہ کے بندے ہیں اور سب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں، نماز اللہ نے فرض کی، اب اگر کوئی نماز معاف کردے تو ایسے شخص کی بات ماننا اور اس کو اطاعت کے قابل سمجھنا شرک ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز معاف نہیں کی اور چاروں ارکان نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کو دین کا ستون بتایا اور فرمایا کہ جس نے نماز کو ڈھادیا گویا اس نے دین کی بنیاد ڈھادی پھر اس کے بعد اس کے برخلاف کسی دوسرے کی بات مان کر نماز کو معاف سمجھنا یا اور شریعت کے احکامات کو ضروری نہ سمجھنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو چھوڑ کر پیر کی بات سے سند پکڑنا، یہ شرک کا عمل ہے۔ یہود ونصاریٰ نے یہی کیا، اللہ فرماتا ہے:﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّٰهِ﴾ (التوبة:۳۱) (انھوں نے اپنے علماء اور اپنے بزرگوں کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا)۔

یہ علماء اور ائمہ قرآن اور حدیث کو وضاحت کے ساتھ کھول کھول کر بیان کرتے ہیں، کوئی حکم اپنی طرف سے نہیں دیتے، اسی لیے ان کی بات مانی جاتی ہے، حقیقت میں اتباع وتقلید ان کی نہیں ہوتی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی ہے۔

اور جو لوگ اپنی طرف سے اس میں ٹھہراتے ہیں اور ان کو پورا کرنا ضروری جانتے ہیں یہ سب مشرکانہ کام ہیں، ستاروں سے شگون

لینا، غیر اللہ کی قسمیں کھانا، غیر اللہ کی نذر ماننا، کسی کے نام پر جانوروں کے ناک یا کان کاٹنا اور ان کی شکلیں بگاڑنا اور کسی کے نام پر ان کا چھوڑ دینا اور ان پر سواری کو بے ادبی سمجھنا اور ان کے علاوہ بھی مخصوص مہینوں کے مخصوص پکوان کسی کے نام پر پکانا یا خاص لباس کسی کے نام پر پہننا اور اس کو ضروری سمجھنا یہ سب نہایت غلط اور مشرکانہ کام ہیں، شریعت ایک ہے جو اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے امت کو ملی ہے، اس پر چلنے کو ضروری جاننا یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے، اور کوئی یہ سمجھتا ہے کہ شریعت میں تبدیلی ممکن ہے اور کوئی بھی آکر اس میں تبدیل کر سکتا ہے تو یہ کھلا شرک ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اعلان فرما چکا: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدة: ۳) (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور دین کے طور پر تمہارے لیے اسلام کو پسند کر لیا)۔

جب نور ایماں آئے گا......

”حضور ﷺ کی معاشرت کی بنیاد پاکیزگی، سادگی اور حیاء پر ہے، اور یہود و نصاریٰ کی لائی ہوئی معاشرت کی بنیاد بے حیائی، اسراف اور تعیش پر ہے۔ تمہیں ان کی معاشرت پسند آنے لگی جنہوں نے تمہارے اسلاف کے خون بہائے، عصمتیں لوٹیں، ملک چھینیں اور اب یہی تمہیں امداد دے کر پال رہے ہیں، جس طرح تم مرغیاں پالتے ہو (یعنی ذبح کرنے کے لیے) اور جس نے تمہارے لیے خون بہایا، دانت شہید کرائے، حمزہؓ جیسے چچا شہید کرائے، تمہارے لیے راتیں جاگتے گذاریں، ان کی معاشرت تمہیں پسند نہ آئی۔

دوستو! حضور ﷺ کی معاشرت بھی قیامت تک کے لیے ہے، جیسے ان کی نبوت قیامت تک کے لیے ہے، جب تم میں نور ایماں آئے گا تو تمہیں حضور ﷺ کی ایک ایک چیز پیاری لگنے لگی گی۔“

حضرت مولانا محمد یوسفؒ

(سوانح حضرت مولانا محمد یوسفؒ)

بقیہ: رمضان المبارک- آمد بہاراں

رمضان کے آنے سے ان کو تکلیف اور اس کے جانے سے ان کو یک گونہ خوشی محسوس ہوتی ہے نہ تو خود روزہ رکھتے ہیں اور نہ اس پر افسوس ہوتا ہے، مجھ کو اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد ہے کہ میرے یہاں ایک مسلمان عورت آئی، وہ روزہ سے نہ تھی، چند بیبیوں نے اس سے کہا کہ تم روزہ کیوں نہیں رکھتیں؟ تو اس نے بڑی جسارت سے جواب دیا: ”میں روزہ کیوں رکھوں کیا میرے یہاں کھانے کو نہیں“۔ یہ جملہ کتنا سخت اور گستاخانہ ہے، خدا ہم سب کو محفوظ رکھے۔

ایک زمانہ تھا کہ روزہ رکھنے والے اور نہ رکھنے والے تمام لوگ رمضان کی عزت کرتے تھے، بازاروں میں کھانے پینے کی چیزیں نہ ملتی تھیں، دکانوں پر پردے پڑ جاتے تھے، کوئی بیمار اور معذور آدمی بھی برسرعام نہ کھاتا تھا، ہر آنے جانے والا دیکھ کر جانتا تھا کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے، غیر مسلم بھی احتیاط کرتے تھے لیکن اب روز بروز یہ احترام بھی ختم ہو رہا ہے، آج خود مسلمان دھڑلّے سے کھاتا پیتا ہے اور پھر اپنے مذہب اور اپنے دین کا مذاق اڑاتا ہے، بازاروں میں مسلمان مرد اور مسلمان عورت کھانے پینے سے نہیں ہچکچاتی، ان آنکھوں نے خود روزہ کے دنوں میں مسلمان برقوں میں خواتین کو ہوٹلوں میں کھاتے پیتے دیکھا، اس سے بڑھ کر خدا کے احکام کے ساتھ مذاق اور کیا ہوگا، اور اس سے بڑھ کر بے غیرتی کی اور کیا بات ہوگی۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان مسلمانوں کی تعداد بھی الحمدللہ کم نہیں جو رمضان کا احترام کرتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں اور شب بیداری کرتے ہیں اور اپنی بخشش کا سامان کرتے ہیں، رمضان کے آتے ہی مسجدوں کی رونق بڑھ جاتی ہے، نیکیوں کی طرف رجحان زیادہ ہو جاتا ہے، نمازیوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے لیکن روزہ داروں اور شب بیداروں میں بھی ایسے لوگ زیادہ نہیں ہیں جو رمضان مبارک کے پورے حقوق کا لحاظ رکھتے ہوں اور تمام آداب کا خیال کرتے ہوں، اس سے غافل نہ ہونا چاہیے، کہ روزہ صرف اس کا نام نہیں کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک نہ کھائے اور نہ پیئے، بلکہ روزہ میں ان دونوں کے علاوہ اور بہت سے چیزوں سے پرہیز کرنا ہوتا ہے۔

روزہ

زندگی برائے بندگی کا ایک بے مثال نمونہ

عبدالسبحان ناخدا ندوی

اسلام کا تصور زندگی: جو زندگی ہم بسر کرتے ہیں یہ دراصل زندگی دینے والے کی امانت ہے، امانت کا اصول یہ ہے کہ جس کی امانت ہے اس کی مرضی کے مطابق اس میں تصرف کیا جائے؛ اگر کسی نے ہمیں ہزار روپے دیے اور یہ بتایا کہ ان کو فلاں فلاں کاموں میں لگاؤ، ہم نے اس کے کہنے کے مطابق کام کیا تو ہم امانت دار کہلائیں گے، لیکن اپنی خواہش کے مطابق اگر وہ روپے خرچ کیے تو لاکھ ہم اپنے آپ کو نیک نیت ٹھہرائیں پھر بھی ہم بد دیانت قرار پائیں گے؛ اہل اسلام اور مادہ پرستوں کے درمیان اصل جھگڑا یہی ہے کہ یہ زندگی جو ہمیں ملی ہے کس کی طرف سے ملی ہے؟ مادیت زدہ ظاہر پرستوں کے نزدیک یہ زندگی ہماری اپنی ہے، اس بحث میں پڑنا فضول ہے کہ کس کی طرف سے ملی ہے اور کیوں ملی ہے؟ لہٰذا اپنی مرضی کے مطابق ہم جیسے چاہیں گے زندگی بسر کریں گے، جی چاہا تو انسانوں کی طرح رہیں گے، جی چاہا تو جانوروں کی طرح منہ ماریں گے، بہر حال زندگی بسر کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے، اگر ہے تو اس کا دارومدار ہمارے جی چاہنے پر ہے۔ فی الوقت دنیا کی مہذب کہی جانے والی آبادی اور غیر مہذب کہے جانے والے جنگلی دونوں کم و بیش اسی اصول کو تسلیم کرتے ہیں، غیر مہذب وحشیوں کے پاس اپنے اس اصول کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے، جب کہ مادیت زدہ مہذب لوگ اپنے اس اصول کے لیے الٹے سیدھے دلائل بھی رکھتے ہیں، بہر حال دونوں ایک ہی اصول کو تسلیم کرتے ہیں، وہ ہے ”من چاہی زندگی“، غور کیا جائے تو اس دائرے میں جانور اور درندے بھی آجاتے ہیں، وہ بھی کم و بیش اسی اصول پر جیتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ ان میں فطری انحراف نہیں ہوتا ہے جب کہ مادیت زدہ انسان اس سلسلہ میں فطری انحراف سے بھی نہیں چوکتے، اور بسا اوقات اسی انحراف کو اپنے لیے جانوروں سے ممتاز ہونے کا ذریعہ بھی سمجھتے ہیں، اور اسے انسانی حق بھی قرار دیتے ہیں۔

اہل اسلام کے نزدیک زندگی کا یہ تصور سرے سے غلط ہے کہ وہ ہماری اپنی ہے، وہ زندگی کو زندگی دینے والے کی امانت قرار دیتے ہیں، لہٰذا یہاں من چاہی زندگی کا کوئی خانہ نہیں ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ جب انسان زندگی کا خود خالق نہیں ہے تو اسے لامحالہ یہ زندگی کہیں اور سے ملی ہے، بس اس کو جان لو اور اس پر قربان ہو جاؤ، اپنے مالک و آقا کے سامنے مکمل طور پر سپردگی کا نام 'اسلام' ہے پھر اس کے فرمان پر دل و جان سے چلنے کا نام 'عبادت' ہے، اسی مقصد کے لیے رب کائنات نے یہ پوری کائنات بنائی اور انسان کو ذمہ دار بنا کر اس زمین پر اتارا، زندگی کو ''امانت'' قرار دے کر اس کی ذمہ داری انسان کے کاندھوں پر رکھی: ﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ﴾ (بلاشبہ ہم نے اس امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا، سب نے اسے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے، انسان نے اسے اٹھایا)۔ دوسری طرف جو لوگ اس زندگی کے خالق کا انکار کرتے ہیں؛ ان کے سامنے یہ سوال رکھا: ﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتاً فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (آخر کیسے تم اللہ کا انکار کرتے ہو؟ جب کہ تم مرے ہوئے تھے؛ اس نے تمھیں پیدا کیا، پھر وہی تمھیں موت دے گا، پھر وہ تمھیں زندہ کرے گا، پھر اسی کے پاس تم لوٹائے جاؤ گے؟) یعنی کیسے تم نے زندگی کو الل ٹپ قرار دیا، جب کہ تمھیں معلوم ہے کہ اس زندگی کو تم نے پیدا نہیں کیا، تم جو ''تم'' بنے ہو وہ بھی اپنے ذریعہ سے نہیں بنے ہو، کہیں اور سے تمھیں زندگی ملی ہے، اس پر بھی غور نہیں کرتے ہو؟

زندگی برائے بندگی: زندگی کے ساتھ بندگی لازم

ہے، اس کے بغیر زندگی کا تصور ہی نہیں، نہ اس کا کوئی مقصد ہے نہ اس میں کوئی لطف ہے، نہ اس میں کوئی چیلنج ہے، نہ اس کا کوئی رخ ہے، سچ جانیے تو بغیر اس کے انسان جانوروں کے شانہ بشانہ بلکہ ان سے بھی کچھ پیچھے ہی نظر آئے گا۔ اللہ کی بندگی ایک خاص ترتیب سے ہو اور اس سے مخصوص نتائج بھی برآمد ہوں' اس کے لیے اللہ رب العزت نے اپنی عبادت کو مخصوص طرز پر رکھا اور اس کی ادائیگی کے لیے خاص احکامات دیے، اور بندگی سے بھرپور زندگی کے نمونے دکھانے کے لیے خاص افراد تیار کیے جن پر اپنی شریعت اتاری اور ان کو حکم دیا کہ اپنے ان نمونوں کو تمام انسانوں کے سامنے پیش کر دیں، ان ہی کو انبیاء علیہم السلام کہا جاتا ہے، جنھوں نے اس دنیا میں اللہ کی دی ہوئی زندگی کو صحیح بندگی میں ڈھال کر پیش کیا، ان انبیاء کے ماننے والے 'اللہ کے برگزیدہ بندے' قرار پائے، اور ان ہی کے دیے ہوئے اصولوں کی آج بھی دنیا محتاج ہے، اس کے بغیر وہ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتی۔ انبیاء کی سیرتیں محفوظ نہ رہ سکیں، ان کی قوموں نے اس میراث کی جو روئے زمین کی سب سے قیمتی میراث تھی' حفاظت نہیں کی، لہٰذا اللہ کا فیصلہ یہ ہوا کہ اپنے آخری نبی ﷺ کو مبعوث فرما کر ان ہی کو معیارِ کامل قرار دیا جائے، اور ان کی سیرت کو تا ابد محفوظ کر دیا جائے۔ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور زندگی کی ترازو جو ٹیڑھی میڑھی ہو گئی تھی، جو دوسروں کا معیار کیا بتاتی' خود اس کا اپنا معیار ہی صحیح نہ تھا' اس ترازو کو سیدھا کیا، معیارِ زندگی مقرر فرمایا، معیارِ انسانیت قائم فرمایا، اور زندگی کے ہر گوشے میں جو ناہمواری پائی جاتی تھی' اسے ہموار کیا، اور اللہ کی بندگی کو تمام انسانوں کے سامنے مقصد زندگی کے طور پر یکساں انداز سے پیش فرمایا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر یہ اعلان درحقیقت ایک عظیم الشان انقلاب آفریں اعلان تھا:"إن الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق اللّٰہ السماوات و الأرض" (زمانہ گھوم پھر کر اسی ہیئت پر آ گیا ہے جس ہیئت پر اس دن قائم کیا گیا تھا جب اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا تھا)، اس اعلان میں در پردہ یہ بھی اعلان تھا کہ اللہ کے فرمان کے برعکس زندگی اور معیارِ زندگی میں انسانوں نے جو توڑ پھوڑ کی تھی' ان تمام کو درست کر کے آج پھر وہی معیار قائم کیا جا رہا ہے جو اللہ کا قائم کردہ تھا اور اللہ کو سب سے بڑھ کر پسند بھی، لہٰذا اب زندگی کو اسی معیار پر جانچا جائے گا اور اس کا سب سے کامل نمونہ خود ذات اقدس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

عبادات —کامل بندگی کے ذرائع: اللہ رب العزت نے اپنی عبادات کے ذریعہ انسانوں کو کامل بندگی کی دعوت دی ہے، دین اسلام کے ارکان کے طور پر جو عبادات مقرر کی گئی ہیں ان میں ہر عبادت بندگی کے پہلو سے اپنا ایک خاص امتیاز رکھتی ہے، اور حاصل تمام عبادات کا یہی ہے کہ انسان کو عبد کامل بنایا جائے اور زندگی کو مکمل بندگی میں ڈھال دیا جائے، تا کہ انسان کی پیدائش کا اصل مقصد اپنی تکمیل کو پہنچے۔

نماز' اللہ رب العزت کے لیے سب کچھ کرنے کا درس دیتی ہے، اٹھنا بیٹھنا جھکنا، پڑھنا، خاموش رہنا، غرض زندگی کی ایک ایک حرکت اللہ کے لیے وقف ہو جائے، اور وہ بھی اللہ کے فرمان کے مطابق ٹھیک اسی وقت جس وقت اس کا حکم ہو۔

روزہ اور اس کے انقلابی اثرات: اسی طرح روزہ' اللہ کے لیے سب کچھ چھوڑنے کا سلیقہ سکھاتا ہے، غور کیا جائے تو روزہ انسان کو ضبطِ نفس اور قربانی کی راہ پر ڈال دیتا ہے، اختیار رکھنے کے باوجود اضطرار کی کیفیت سے آشنا کرتا ہے، یہی وہ کیفیت ہے جس میں سارے حجابات رفع ہو جاتے ہیں اور بندہ کی آہ سیدھے عرش الٰہی سے جا ٹکراتی ہے:﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ﴾ (کون ہے وہ جو بے قرار کی سنتا ہے جب بھی اسے پکارتا ہے)، یہی بے قراری، بے کسی، عاجزی و درماندگی' انسان کو روزے کی حالت میں نصیب ہوتی ہے، ہر قسم کی غذا موجود، لیکن کھانا ممنوع، ہر طرح کی سیرابی کا سامان حاصل لیکن مجال ہے جو ایک قطرہ بھی حلق میں جائے! تسکین نفس کا جائز سے جائز ترین راستہ سامنے لیکن اللہ کی طرف سے شہوت رانی کے سارے راستے مسدود، حرام تو حرام ہے ہی حلال بھی حرام! ایک خاص کیفیت میں ڈھال کر انسان کو اختیار کی حالت میں اضطرار کی طرف دھکیلا جا رہا ہے، پھر مزید اعتکاف کی سنت جاری کر کے اس کیفیت میں اور زیادہ قوت پیدا کی جا رہی

ہے، اب سوائے شدید ضرورت کے اللہ کے گھر سے نکلنا بھی ممنوع، روزے نے تمام دلچسپیاں چھڑا کر اللہ کا راستہ دکھایا، پھر اعتکاف نے اللہ کے گھر کا مکین بنایا، حجابات اٹھائے جا رہے ہیں اور مضطرو مضطرب بنا کر دربارِ خداوندی میں ہاتھ اٹھوائے جا رہے ہیں، آیات صیام کے دوران ہی یہ آیت بھی نازل ہوتی ہے: ﴿وإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوا لِيْ وَ لْيُؤْمِنُوا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾ (جب آپ سے میرے بندے میرا پتہ پوچھیں تو بتائیں کہ میں بہت قریب ہوں، پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں، اس لیے میرے بندے میری ہی بات مانیں مجھ ہی پر ایمان رکھیں تاکہ سیدھے راستہ پر رہیں)۔

قرب الٰہی کا آسان راستہ: غور کیجیے! اللہ کے قرب کو بتانے کا ایسا البیلا انداز کہاں ملے گا؟! اس مبارک آیت سے پہلے بھی روزوں ہی کا ذکر ہے اور اس کے بعد بھی روزے ہی کا تذکرہ ہے، پھر اعتکاف کا ذکر ہے، گویا روزہ و اعتکاف انسان کو مکمل دعا و ابتہال کی کیفیت میں ڈھالنے کا طاقتور ترین ذریعہ ہے، بندگی کے مقامات اس عبادت کے ذریعہ نہایت رازداری سے طے ہوتے ہیں، کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی اور روزہ دار قرب الٰہی کے مدارج طے کرتا ہوا وہاں تک پہنچ جاتا ہے جہاں وہ ہوتا ہے اور اس کا رب، تیسرا کوئی نہیں ہوتا، روزہ کا بدلہ بھی اللہ نے ایسا ہی عجیب، انوکھا اور نرالا رکھا ہے، حدیث قدسی ہے: "كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَ أَنَا أَجْزِيْ بِهِ" (آدم کے بیٹے کا ہر عمل اس کے لیے ہے، سوائے روزے کے، وہ صرف میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا)، کیا بدلہ دوں گا اور کتنا دوں گا' کسی کو معلوم نہیں۔ چھپ چھپ کر کیے ہوئے نیک اعمال ویسے بھی اللہ کو بہت پسند ہیں اور روزے کی تو چھب ہی نرالی ہے، یہ اپنی ساخت کے لحاظ سے ہی چھپا ہوا عمل ہے، بندے اور خدا کے درمیان ایک راز ہے، جس کی حقیقی قدر و قیمت اللہ سے ملاقات کے وقت ہی معلوم ہوگی: "لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ، فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ وَ فَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ" (روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں؛ ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت)۔

روزہ خواہشات کی آہنی زنجیروں کو پوری طاقت سے توڑتا ہے اور خورد و نوش کی غلامی سے آزاد کر آفاقی انسان بناتا ہے، جو دنیا میں رہ کر بھی دنیاوی سطح سے نہایت بلند ہوتا ہے، مفادات سے بالاتری کا درس اسی سے ملتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے رمضان المبارک کو **شهر المواساة** فرما کر اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے، انسانیت کے درد کا احساس بھی اس عبادت سے پیدا ہوتا ہے، کمزور اور مفلوک الحال انسانوں سے روزہ دار اپنے آپ کو نہایت قریب محسوس کرتا ہے جو درحقیقت اللہ سے قریب ہونا ہے؛ حدیث قدسی ہے: "أَنَا عِنْدَ مُنْكَسِرِي الْقُلُوْبِ" (میں ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس ہوتا ہوں)، روزہ دار اپنا ایک سرا خالق کے ہاتھ میں تھما کر دوسرے سرے کے ذریعہ مخلوق سے وابستہ ہوتا ہے، اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے میں پیش پیش رہتا ہے، اور خود اپنے رب سے وابستہ رہتا ہے۔

بھوک کی آگ اور پیاس کی جلن اسے راہِ خدا میں قربانی کا درس دیتے ہیں، اور ہر طرح کے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی ذہنیت پیدا کرتے ہیں، اسلاف کی قربانیوں کی جھلکیاں اس کے سامنے پیش کر کے ان کے تعلق سے احسان مندی کے جذبات کو فروغ دیتے ہیں، بزدلی اور نکمے پن سے آزاد کر کے اسے زمانہ کی سرد و گرم سے مقابلہ کرنے کی طاقت بخشتے ہیں۔

ہجرت وجہاد کا انوکھا انداز: ہجرت اور جہاد؛ یہ دو بڑی عبادتیں اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند ہیں، ہر کسی کو اس کا موقع نہیں ملتا، روزہ دار کو روزوں کے ذریعہ اس کوچہ سے بھی واقف کرایا جاتا ہے، ایک طرف وہ مہاجر بھی ہوتا ہے کہ سب کچھ رہتے ہوئے بہت کچھ چھوڑنا پڑ رہا ہے اور دوسری طرف وہ مجاہد بھی ہے جو نفس کی منہ زور خواہشات پر لگام کس کر ان کو دابے رہتا ہے؛ ارشاد رسالت ہے: "وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَ الذُّنُوْبَ، و الْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِيْ طَاعَةِ اللهِ" (مہاجر وہ ہے جو چھوٹے بڑے سب گناہوں کو چھوڑ دے، اور مجاہد وہ ہے جو پورا زور لگا کر اپنے آپ کو اللہ کی طاعت میں لگا دے)، غور کریں تو روزہ میں یہ دونوں

کیفیات نظر آتی ہیں۔

روزہ کا اصل مقصد تقوی کا حصول: انسانوں کی ایک کمزوری موقع شناسی ہے، روزہ انسان کو خدا شناس بناتا ہے، سیکڑوں دفعہ موقع ملنے پر بھی وہ اپنا روزہ نہیں توڑتا، اور دل میں یہ احساس پوری قوت سے بیدار رہتا ہے کہ اگر اللہ ہی کے سامنے روزہ دار نہ رہے تو لوگوں کے سامنے روزہ دار رہنے کا کیا فائدہ؟ یہ احساس اسے ہر قدم پر روکتا ہے، ایک عام مسلمان کی بھی روزے میں کم و بیش یہی کیفیت ہوتی ہے۔ خدا شناسی کی یہ کیفیت انسان کو موقع پرستی سے بہت اوپر اٹھاتی ہے، اور وہ ہر عمل میں اپنے کو اللہ کے آگے جواب دہ محسوس کرتا ہے، یہی درحقیقت روزہ کا دنیاوی انعام ہے، اور اس کو اللہ رب العزت نے روزہ کا مقصد قرار دیا ہے، جس کو دینی زبان میں تقویٰ کہتے ہیں۔ "لوگ کیا کہیں گے" کی جگہ ہر قدم پر یہ احساس کہ اللہ رب العزت کیا کہے گا' روزہ کا یہ سبق اگر کوئی شخص پوری زندگی پر پھیلا دے تو پھر بے دینی اور بدمعاملگی کی یہ فضا شاید ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے، لیکن افسوس یہی ہے کہ روزہ کے اس مبارک مقصد کو صرف روزوں تک محدود رکھا جاتا ہے جس کی بنا پر اس کا دنیاوی انعام روزہ داروں کو مل نہیں پاتا ہے۔

اللہ رب العزت نے روزہ کا مقصد حصولِ تقویٰ بتایا ہے، اور تقویٰ انسان کی پوری زندگی پر محیط ہوتا ہے اور ہونا چاہیے۔ گرمی کے شباب میں عین دوپہر کے وقت جس خدا کو یاد کر کے روزہ دار نے نہایت ٹھنڈے پانی سے اپنے آپ کو روکے رکھا تھا، وہی خدا اس وقت بھی اس کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ ناپ تول میں کمی کرتا ہے، یا اہل حق کو ان کا حق نہیں پہنچاتا، یا امانت میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہے، یا اپنی ذمہ داری میں کوتاہی کرتا ہے۔ عبادات کے محدود تصور نے ہمیں انعامِ عبادت سے محروم کر رکھا ہے، فی الوقت جو تصور ہم میں رائج ہوتا جا رہا ہے وہ نماز برائے نماز، روزہ برائے روزہ، زکوٰۃ برائے زکوٰۃ اور حج برائے حج کا تصور ہے، جس کے نتیجہ میں عبادات کا کل زندگی پر کوئی انقلابی اثر نہیں پڑتا، اور زندگی کے دوسرے شعبے خدا پرستی سے خالی رہتے ہیں، اسی کا اثر ہے کہ عبادات صورت کی حد تک رہ جاتی ہیں اور حقیقت سے دور ہوتی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ہر عبادت کے تعلق سے حقیقتِ عبادت کے حصول پر زور دیا ہے، روزہ سے متعلق آپ کا یہ ارشاد گرامی کس قدر دعوت فکر دیتا ہے: "مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَ الْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ مِنْ أَنْ یَدَعَ طَعَامَهٗ وَ شَرَابَهٗ" (جو شخص جھوٹی بات اور جھوٹ پر عمل سے باز نہ آئے تو اللہ کو بھی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے رہے)، "رُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنَ الصَّوْمِ إِلَّا الْجُوْعُ، وَ رُبَّ قَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنَ الْقِیَامِ إِلَّا السَّهَرُ" (کچھ روزہ دار کے حصہ میں صرف بھوک ہی آتی ہے اور کچھ شب بیدار ایسے ہیں جن کو سوائے رت جگے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا)، اللہ رب العزت کی طرف سے مقرر کردہ تمام عبادتیں برائے بندگی ہیں، اور بندگی برائے رضائے الٰہی ہے؛ عبادت کا یہ جامع تصور اور حقیقتِ عبادت تک پہنچنے کی تڑپ' انسان کو زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ کا سچا بندہ بناتی ہے، پھر زندگی کا ایک ایک شعبہ صحیح بندگی سے آباد ہوتا ہے، اور اللہ کی مقرر کردہ ہر عبادت کا اثر دائمی اور ہمہ گیر ہوتا ہے، اور انسان کی پوری زندگی عبادت الٰہی کی خوشبو سے مہک اٹھتی ہے، اسی پاکیزہ اور محتاط زندگی کے حصول کا نام تقویٰ ہے، جس میں انسان ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتا ہے، اور ہر عمل میں اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جواب دہ محسوس کرتا ہے، (جس طرح روزہ کی حالت میں پیاس کی شدت کے باوجود ٹھنڈے پانی سے احتراز کرتا ہے، کیوں؟ صرف اللہ کے سامنے جواب دہی کے احساس سے!)، روزوں سے اسی کیفیت کو پیدا کرنا مقصود ہے تاکہ پوری زندگی ایک روزہ بن جائے جس میں ہر قدم پر یہی خیال رہے کہ کہیں ہمارا روزہ ٹوٹ نہ جائے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو رمضان کے مبارک مہینے سے یہ سبق حاصل کرتے ہیں اور پوری زندگی اس سبق کو دہراتے ہیں: ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح ان پر فرض تھے جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم اللہ سے ڈرنے والے بن جاؤ)۔

اعتکاف کے چند مسائل

مفتی راشد حسین ندوی

اعتکاف کے لفظی معنی: لبث یعنی ٹھہرنے اور کسی چیز کو لازم پکڑنے کے ہیں اور چونکہ اعتکاف کرنے والا اللہ تبارک وتعالی کے تقرب کی نیت سے مسجد میں ٹھہر جاتا ہے، اور مسجد کا لزوم اختیار کرتا ہے لہٰذا اس عمل کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔

اعتکاف کی قسمیں: اعتکاف کی شریعت میں تین قسمیں ہیں: اعتکاف واجب، اعتکاف سنت مؤکدہ اور اعتکاف نفل۔

اعتکاف واجب: یہ اعتکاف نذر کرنے سے واجب ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص کہے کہ میرے اوپر اتنے دن کا اعتکاف ہے، اس طرح کہہ دینے سے اتنے دنوں کا اعتکاف واجب ہو جائے گا، یا معلق کر کے اس طرح کہے کہ میں مقدمہ جیت گیا، یا بیماری سے شفا یاب ہو گیا تو اتنے دن کا اعتکاف کروں گا تو اگر اللہ کے فضل سے وہ کام ہو جائے تو متعینہ دنوں کا اعتکاف واجب ہوگا۔ (شامی:۲/۴۱)

اس اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے، خواہ نذر کرتے وقت روزہ رکھنے کی نیت نہ کی ہو اس لیے کہ ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ "ولا اعتکاف الا بصوم" (روزہ کے بغیر اعتکاف نہیں ہوسکتا)، یہی وجہ ہے کہ اگر صرف رات کے اعتکاف کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہوگا۔ (شامی ۲/ ۱۴۱) اس کے وجوب کی دلیل بخاری میں آنے والی آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی نذر مانے اسے اطاعت کرنا چاہئے''، اور بخاری ہی میں ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! میں نے نذر مانی ہے کہ مسجد میں ایک رات اعتکاف کروں'' تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اپنی نذر پوری کرو''۔

نفلی اعتکاف: جہاں تک نفلی اعتکاف کا تعلق ہے تو اس کے لیے روزہ شرط نہیں ہے، اور یہ کم وقت کے لیے بھی کیا جا سکتا ہے، اور زیادہ وقت کے لیے بھی اور اس طرح بھی نیت کی جا سکتی ہے کہ مسجد میں رہنے تک اعتکاف کی نیت کرتا ہوں پھر مسجد سے نکلتے ہی اعتکاف ختم ہو جائے گا اور جب تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا اگر نیت زیادہ وقت اعتکاف نفل کی کی تھی اور اس وقت کے پورا ہونے سے پہلے نکلنا چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (شامی:۲/۱۴۲، ہندیہ:۱/۲۱۱)

اعتکاف سنت مؤکدہ: یہ اعتکاف آنحضرت ﷺ پابندی سے ہر سال رمضان کے آخری عشرہ میں کیا کرتے تھے، جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ نے ۲۰ دن کا اعتکاف کیا تھا چنانچہ بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے: "وکان یعتکف.... الحدیث" (ہر سال آنحضرت ﷺ دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے اور جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا)۔

رمضان کے اخیر عشرہ میں مردوں پر یہ اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے جس کے امام اور مؤذن ہوں خواہ اس میں پانچوں وقت کی نماز نہ ہوتی ہو۔ (شامی:۲/۱۴۰)

سنت علی الکفایہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر بستی کے کسی ایک شخص نے بھی اعتکاف کر لیا تو پوری بستی والوں کی طرف سے کافی سمجھا جائے گا اور سنت کی ادائیگی ہو جائے گی اور کسی نے بھی نہ کیا تو سب تارک سنت ہوں گے۔ (شامی:۲/۱۴۱)

اعتکاف کی شرطیں: واجب اور مسنون اعتکاف اسی وقت صحیح ہوگا جب مندرجہ ذیل شرطیں پوری ہو رہی ہوں:

۱- اعتکاف کی نیت ہونا بغیر نیت کے ٹھہرنے کو اعتکاف نہیں مانا جائے گا۔

۲- اعتکاف کا مسجد جماعت میں ہونا ویران مسجد میں اعتکاف معتبر نہیں ہوگا، البتہ عورت گھر میں اعتکاف کر سکتی ہے۔

۳- معتکف کا روزہ دار ہونا بغیر روزہ رکھے واجب اور مسنون اعتکاف معتبر نہیں ہوگا۔

۴- معتکف کا جنابت اور حیض ونفاس سے پاک ہونا۔

۵- معتکف کا عاقل ہونا لہٰذا پاگل کا اعتکاف معتبر نہیں ہوگا البتہ اس کی شرائط میں بلوغ نہیں ہے لہٰذا اگر سمجھدار بچہ اعتکاف

کرے تو معتبر ہوگا۔ (ہندیہ:۱/۲۱۱)

مسجد سے باہر نکلنا کب جائز ہے ؟

آنحضرت ﷺ حالت اعتکاف میں صرف بہت ضروری امور کے لیے مسجد سے باہر نکلا کرتے تھے، چنانچہ بخاری ومسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:"وکان لا یدخل البیت الا لحاجۃ الانسان"(آنحضرت ﷺ صرف انسانی ضروریات استنجاء وغیرہ کے لیے گھر میں داخل ہوتے تھے)

ابو داؤد کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ نہ کسی مریض کی عیادت کرے نہ جنازہ میں جائے، نہ بیوی کو شہوت سے چھوئے نہ اس سے جماع کرے اور صرف ایسی ضروریات ہی کے لیے نکلے جن کے بغیر چارہ کار نہیں ہے''۔

فقہاء نے ان احادیث کی روشنی میں مندرجہ ذیل ضروریات اور اعذار کی بنیاد پر مسجد سے نکلنے کو جائز قرار دیا ہے اگر اس طرح کی ضرورت کے بغیر مسجد سے باہر نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا:

استنجاء کے لیے نکلنا: چھوٹے اور بڑے استنجاء کے لیے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے اس ضرورت کو گھر جا کر بھی پورا کر سکتا ہے، آتے جاتے سلام بھی کر سکتا ہے لیکن اگر ٹھہر کر بات کی تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (ہندیہ:۱/۲۱۲، شامی:۲/۱۴۳)

کھانے کے لیے نکلنا: اگر کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو خود جا کر کھانا لا سکتا ہے اس لیے کہ لانے والا موجود نہ ہو تو یہ بھی حوائج ضروریہ میں داخل ہے۔ (طحطاوی علی المراقی:۳۸۴)

غسل واجب کے لیے نکلنا: اگر احتلام ہو گیا ہو تو غسل کے لیے باہر نکلنا جائز ہے، لیکن جمعہ کے دن غسل کرنے کے لیے اسی طرح گرمی کے موسم میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے مقصد سے غسل کرنے کے لیے نکلنے کو عام طور سے فقہاء کرام منع کرتے ہیں، لہٰذا اگر ان امور کے لیے غسل کرنا ہو تو مسجد کے کسی کنارے میں غسل کر لے جہاں پانی کی نکاسی ہو جاتی ہو اور غسل کے بعد اس پر پانی بہا دے یا کسی ٹب وغیرہ میں غسل کر لے۔ (شامی:۲/۱۴۳)

حالت اضطرار میں نکلنا: اگر مسجد منہدم ہونے لگے یا وہاں جان کا خطرہ ہو تو اس مسجد سے نکل کر دوسری مسجد میں جا سکتا ہے اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (فتاوی ہندیہ:۱/۲۱۲)

جمعہ پڑھنے کے لیے جانا: اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی ہے تو جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے جمعہ مسجد جا سکتا ہے، لیکن ایسے وقت میں نکلنا چاہئے کہ جمعہ مسجد میں پہنچنے کے بعد پہلے کی سنتیں پڑھ سکے اور بعد میں سنتیں پڑھ کر واپس آ جائے وہاں دیر تک ٹھہرنا خلاف اولی ہے، لیکن اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (شامی:۲/۱۴۴)

اگر مریض کی عیادت، جنازہ میں شرکت یا علاج ومعالجہ کی ضرورت کے لیے نکلے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، البتہ اگر استنجاء کے لیے نکلتے وقت یا گھر سے کھانا لاتے وقت مریض کی عیادت کر لی یا جنازہ کی نماز ہو رہی تھی اس میں شرکت کر لی اور دیر تک نہیں ٹھہرا بلکہ چلتے چلتے اس کو انجام دے لیا تو اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (البحر الرائق:۲/۳۰۲-ہندیہ:۱/۲۱۲)

علاج ومعالجہ کی ضرورت ہو تو معتکف کے لیے باہر نکلنا جائز ہے گناہ نہیں ہوگا لیکن اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (ہندیہ:۱/۱۲۱)

بیڑی وغیرہ کا عادی شخص استنجاء وغیرہ کے لیے باہر نکلتے وقت ضرورت پوری کر سکتا ہے، خاص اسی کے لیے باہر نہیں نکلنا چاہئے لیکن اگر ایسا عادی ہے کہ اضطراری کیفیت ہو جاتی ہے تو اس کے لیے نکلنا انسانی حاجت میں ہو جائے گا، اور اس کے لیے نکلنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (رحیمیہ:۵/۲۰۲)

جس طرح مرد کا اعتکاف مسجد سے نکلنے سے فاسد ہو جاتا ہے، اسی طرح عورت اگر اعتکاف کی مخصوص جگہ چھوڑ کر آنگن میں طبعی ضروریات کے بغیر نکل آئے تو اس کا اعتکاف بھی فاسد ہو جائے گا۔ (ہندیہ:۱/۲۱۲)

حالت اعتکاف میں اللہ جتنی توفیق دے عبادت میں مشغول رہے، جس میں تلاوت ذکر واذکار اور نوافل وغیرہ کا پڑھنا سب شامل ہے لوگوں سے بات چیت بھی کر سکتا ہے بلکہ عبادت سمجھ کر خاموش رہنا مکروہ ہے، لیکن فضول باتوں سے بچنا چاہئے ضروری باتیں موبائل پر بھی کرنا جائز ہے۔ (شامی:۲/۱۴۷، ہندیہ:۱/۲۱۳)

رمضان المبارک
برکات اور تقاضے

محمود حسن حسنی ندوی

رمضان مبارک کے تین عشرے، رحمت کے تین حصوں میں بٹے ہوئے ہیں، عشرۂ اول عشرۂ رحمت کے نام سے ہی معروف ہے، دوسرا عشرہ مغفرت کی سوغات لے کر آتا ہے اور تیسرا عشرہ آگ کے عذاب سے خلاصی کا ہے، جہنم سے نجات و دوزخ سے امان کا ہے، اللہ کی رحمت اس طرح اپنے بندوں پر نازل ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑے پاپی کو ہدایت مل جاتی ہے، توبہ کی توفیق ہوتی ہے، ذکر و عبادت کا شوق ہوتا ہے، دن کے روزے کا انعام رات کو اللہ عز و جل کی طرف سے بے پایاں اجر و ثواب کی صورت میں ملتا ہے، پہلا انعام افطار کے وقت خود افطار کی صورت میں اور مزید افطار کے وقت دعا کی قبولیت کے انعام کے طور پر ملتا ہے، پھر جب بندہ اپنے رب کا شکر گزار ہو کر مزید عبادت اختیار کرتا ہے، شب بیداری، تراویح، تہجد اور ذکر و تلاوت اور تسبیح و مناجات میں وقت گزار کر اپنے رب کا مزید قرب حاصل کرتا ہے، تو اس رب کی خوشی اس کو طرح طرح سے حاصل ہوتی ہے، اور پھر استقامت سے دو عشرے گزارنے کے بعد جب تیسرا عشرہ آتا ہے تو جہنم سے خلاصی کے اس عشرہ کو صحیح طور پر وصول کرنے کی اس کو نہ صرف توفیق ملتی ہے، بلکہ اس کو آخری عشرہ میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے، دعا و مناجات اور ذکر و تلاوت میں وقت گزارنے، لایعنی و فضول کاموں سے بچنے کی توفیق ملتی ہے، اور وہ رات اس کو میسر آجاتی ہے جسے افضل ترین رات کہا گیا ہے اور خود قرآن پاک نے اس رات کی تعریف کی ہے اور اسے خیر و برکت کی رات قرار دیا ہے، یہی وہ رات ہے جس میں قرآن پاک اتارا گیا اور قرآن پاک کی نسبت اس کا اعزاز بہت بڑھا دیا گیا اور یہ رات سراپا خیر و برکت بنادی گئی ہے، قرآن پاک کی نسبت سے اس رات کو کہا گیا، "إنا انزلناه في ليلة مباركة" اور پھر ایک سورہ اس رات کے تعلق سے نازل کی گئی، اس کا نام ہی سورۃ القدر ہے، یہ سورہ شب قدر کی عظمت بیان کرتی ہے، اور اس سلسلہ میں اس کے لیے اچھوتا اسلوب اختیار کیا ہے، "و ما أدراك ما ليلة القدر، ليلة القدر خير من ألف شهر، تنزل الملائكة و الروح فيها بإذن ربهم من كل امر سلام هي حتىٰ مطلع الفجر" اس رات میں ملائکہ کا نزول اور اللہ سے تقرب حاصل کر رہے بندوں کے ساتھ ان کی ہم نشینی، ان سے ملاقات و مصافحہ اور سکینت کا عجیب عالم، نور کی عجیب فضا، دلوں میں رقت پیدا ہونا، لمحوں میں سالوں کی عبادت کا اجر پانا، سکنڈوں میں بڑے بڑے پاپوں کا معاف ہو جانا اور ایک شب میں وہ سب کچھ حاصل کر لینا جو دوسری قومیں اور امتیں سالہا سال میں حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔

روزہ دار کے متعلق کہ اگر اس نے ایمان و احتساب کی روح کے ساتھ روزے رکھے یہ خوشخبری کم نہیں، "من صام رمضان ايماناً و احتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه" اور پھر روزے کے انعام میں یہ صورت عطا کی اس کی قدر کرنے والے کو خوشخبری دی: "من قام ليلة القدر ايماناً و احتساباً غفرلهٗ ما تقدم من ذنبه"، اس طرح ایک دوسری جگہ آتا ہے، "من قام رمضان ايماناً و احتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه" قائم اللیل اور صائم النہار بن کر بندہ اپنے رب سے جو قرب و ولایت حاصل کرتا ہے اس یکسوئی، خشوع و خضوع، اور للّٰہیت پیدا کرنے کے لیے اعتکاف کا عمل بڑا موثر ہے، کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنے رب کے در پر پڑ گیا، اب کہیں نہیں جانا ہے اور یہیں سے اپنے رب کو منا کر جانا ہے، لیکن جسمانی اعتکاف اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا ہے جب تک اس کا ذہنی اعتکاف بھی نہ ہو، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اعتکاف کے اس باطنی پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی تھی، اسی لیے معتکف خوشگوار خارجی لمحات اور ناخوشگوار باتوں کی فکر میں نہیں رہتا، اسی لیے اس کے لیے نماز

جنازہ، عیادت مریض اور تقریبات میں شرکت وغیرہ نہیں ہے، بس اس کے لیے یکسو ہوکر اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس کے در پر پڑجانا ہے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے فرمایا تھا: ''اعتکاف دو قسم کا ہوتا ہے، اعتکاف جسمانی کہ حدود مسجد سے باہر قدم صرف ضرورت کے وقت ہی نکالا جائے اور وہ بھی ایسی ضرورت ہو کہ جس کے لیے مسجد سے باہر جانا ناگزیر ہو، ورنہ مسجد کے اندر ہی رہنا ہے، اور اعتکاف ذہنی کہ ادھر ادھر کی باتیں سوچنا کہ بعد میں یہ کرنا ہے، شادی میں یہ کرنا ہے، دنیا کی فکر وغیرہ یہ اعتکاف صحیح نہیں ہے، بس اپنے کو متوجہ اِلیٰ اللہ رکھنا ہے''۔ (روزنامچہ ۲۱ رمضان ۱۴۱۸ھ)

اعتکاف کے بڑے فائدے ہیں، اس کے طفیل ماہ خیر و برکت کی برکات بدرجہ اتم حاصل ہوتی ہیں، شب قدر کی صحیح قدر ہوتی ہے، لغو ولایعنی بات سے بڑی حد تک حفاظت ہوتی ہے، جس سے روزہ کا وزن خاصا بڑھ جاتا ہے اور یہی روزہ جو اس درجہ پہنچ جاتا ہے کہ جس کا بدلہ اللہ تعالی غیر محدود طور پر فرماتے ہیں، تبریزی کی روایت ہے: ''کل حسنة بعشر أمثالها إلیٰ سبع مأة ضعف و الصوم لی و أنا اجزی بہ'' کہ ہر نیکی کا اجر و ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ہے اور روزہ میرے لیے اور میں ہی اس کا بدلہ دیتا ہوں۔

دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہر چیز کا ایک سیزن ہوتا ہے، نیکیوں کا سیزن اور اجر و ثواب کا موسم بہار یہ ماہ خیر و برکت رمضان کا مہینہ ہے، نیکیاں کرنے کے لیے اللہ کے نیک بندے کمر کس لیتے ہیں اور بھوک پیاس اور تکان و آرام کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے، بس لگ جاتے ہیں کہ کس طرح اپنے رب کو راضی کریں، اور کس طرح اس کے انعامات کی قدر کریں اور شکر بجا لائیں، شکر گزاری پر مزید انعامات حاصل ہوتے ہیں، بالآخر جب شب عید ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا ذوق وشوق، فکر و تڑپ دیکھتا تو شب عید کو لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) کے طور پر عطا فرمادیتا ہے، لیکن یہ انعام کی رات اس کو ہی فائدہ پہنچاتی ہے جسے رمضان کے روزے کے ساتھ اپنے اسلام کے روزے کی فکر رہی، اسلام میں جو چیزیں ممنوع تھیں اس سے بچتا رہا، اسلام کا روزہ پوری عمر اور عمر کے ہر ہر سال اور اس ہر سال کے ہر ماہ اور اس کے ہر ماہ کے ہر دن کا ہوتا ہے، اور رمضان کا روزہ اتنا طویل المیعاد نہیں، اور زمانی و مکانی طور پر اس سے چھوٹا روزہ، مولانا علی میاں ندویؒ نے بڑے پتہ کی بات فرمائی کہ چھوٹے روزے یعنی رمضان کے روزے کی پابندیاں سب کو معلوم اور اس کا سب کو خیال، لیکن بڑے روزے کا خیال بہت کم لوگوں کو ہے، حالانکہ رمضان کا روزہ مسلمانوں کو اسی بڑے روزے کے طفیل ملا، چھوٹے روزے کا افطار تو غروب شمس کے وقت ہوتا ہے، لیکن بڑے روزے کا افطار مرنے کے بعد جام کوثر سے ہوگا جسے سرور کائنات ﷺ پیش فرما رہے ہوں گے، رمضان کے روزے اسی بڑے روزے کی تمہید ہیں اور بڑے روزے کی تمرین ہیں، اس لیے رمضان کے ان روزے کا یہ پیغام ہے کہ وہ بڑا روزہ جو اسلام کا روزہ ہے متاثر نہ ہونے پائے، اس کی مکروہات اور مفسدات سے بچا جائے، جھوٹ، غیبت، رشوت، گالی گلوج، سود خوری، فضول خرچی، چوری، بے حیائی، دوسرے کی زمین جائداد پر قبضہ، تمام حرام کاموں اور ناجائز طور پر آمدنی سے بچنا ہوگا، رمضان کے روزے تقوی کی زندگی کا مطالبہ کرتے ہیں، جیسا کہ فرمایا بھی گیا ہے: ''کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون''۔

عید کا دن خوشی کا دن ہے، اور شیطان کے لیے غمی کا، اس لیے مسلمان مسلمان ایک ماہ کے روزوں کے بعد جب افطار کرتے ہیں تو شیطان اور اس کی ذریت غم مناتی ہے۔ مسرت وخوشی میں سب کا مل جل کر مسرت و لطف کے مظاہرے کے ساتھ عید گاہ جانا اللہ کو بہت پسند ہے پھر وہاں دوگانہ ادا کرنا بہترین شکرانہ ہے، اس شکر پر اللہ تعالی اپنے بندوں کو پھر بہت نوازتے ہیں، اور انعام کی رات کے بعد پھر انعام کا دن اللہ کی رضا مندی کا کھلا مظہر ہوتا ہے، اسی لیے عید گاہ آتے جاتے یہ کلمات کہے جاتے ہیں اور ایک ماہ کے تربیتی نظام سے گزرنے کی مومنانہ خوشی منائی جاتی ہے: اللہ اکبر، اللہ اکبر، لاالہ إلا اللہ، اللہ اکبر، اللہ اکبر، و للہ الحمد۔

زکوۃ
فضائل اور مسائل

محمد احسن عبدالحق ندوی

زکوۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے، قرآن پاک میں جگہ جگہ نماز کے ساتھ زکوۃ ادا کرنے کی بھی تاکید کی گئی ہے، ''آپ ﷺ نے اس کا شمار اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں فرمایا ہے۔''

(بخاری:۱۳۹۹)

صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو قرآن پاک میں جو سخت ترین وعید سنائی گئی ہے اس سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ......... فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ﴾ (التوبة:۳۴-۳۵)

''جو لوگ اپنے پاس سونے چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے تو (اے نبی ﷺ) آپ ان کو درد ناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجیے، یہ دردناک عذاب اس دن ہوگا جس دن اس سونے اور چاندی کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس کے ذریعہ ان کی پیشانی، ان کے پہلو اور ان کی پشت کو داغا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، تو آج تم اس خزانہ کا مزہ چکھو جو تم اپنے لیے جمع کر رہے تھے)۔

لہذا ہر صاحب نصاب مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ پورا پورا حساب کرکے زکوۃ کی ادائیگی کرے، بہت سے لوگ علی الحساب کچھ رقم یا دوسری چیزیں غریبوں کو دے کر اپنے کو بری الذمہ سمجھتے ہیں، یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، پورا حساب لگا کر زکوۃ ادا کرنا ضروری ہے۔

صدقات سے مال بڑھتا ھے

زکوۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے کا ایک بڑا بلکہ بنیادی سبب یہ خیال ہوتا ہے کہ اس سے مال کی ایک بڑی مقدار ہاتھ سے نکل جائے گی، اور اس کے عوض میں کوئی چیز بھی نہیں ملے گی، لیکن قرآن مجید میں اس خیال کی تردید کی گئی ہے اور اس کا پورا اطمینان دلایا گیا ہے کہ اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے سے گھٹتا نہیں ہے، بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ﴾ (البقرة: ۲۷۶)

''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے''

وجوب زکوۃ کی شرائط

یہ بھی واضح رہے کہ زکوٰۃ نہ ہر شخص پر فرض ہوتی ہے نہ ہر مال پر، بلکہ اس کے وجوب کے لیے اس شخص کا عاقل بالغ ہونا، صاحبِ نصاب ہونا، مال پر سال گزرنا، اس مال کا دین یعنی قرض سے خالی ہونا، اسی طرح اس کا حاجتِ اصلیہ سے خالی ہونا شرط ہے، ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔

اموال زکوۃ

جن چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، بنیادی طور پر وہ چار ہیں (۱) جانور، (۲) سونا، (۳) چاندی (روپئے بھی سونا چاندی ہی کے حکم میں شمار ہوتے ہیں)، (۴) مال تجارت۔

سونے چاندی کا نصاب

چاندی کا نصاب دوسو درہم جبکہ سونے کا نصاب بیس مثقال ہے، علماء ہند کی تحقیق کے مطابق چاندی کے دوسو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ (۶۱۲٫۳۶۰ گرام) اور سونے کے ۲۰ مثقال یعنی ساڑھے سات تولہ (۸۷٫۴۸۰ گرام) کے بقدر ہوتے ہیں، جہاں تک نقدی اور تجارتی سامان کا تعلق ہے تو ان کی ملکیت کا اندازہ بھی چاندی کے نصاب سے کیا جائے گا، یعنی اگر کسی کے پاس چاندی کے نصاب کے بقدر نقد رقم یا تجارتی سامان ہے تو وہ شرعاً صاحبِ نصاب ہے۔

پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ سونا چاندی چاہے استعمالی ہو یا غیر استعمالی، زیور کی شکل میں ہو، چاہے سکوں یا ظروف وغیرہ کی شکل میں اگر وہ نصاب کے بقدر ہے اور اس پر سال گزر جاتا ہے تو اس کی زکوٰۃ بہر حال واجب ہو جائے گی، یہی حکم نقد رقم کا بھی ہے، لیکن بقیہ دوسرے اموال یعنی عروض میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ تجارت کے غرض سے ہوں، ورنہ ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

حولان حول کا مطلب

فرضیت زکوٰۃ کی ایک شرط یہ بھی بتائی گئی کہ اس پر سال گزر جائے، ورنہ زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، لیکن اس میں ایک ضروری بات

یہ پیش نظر رہنی چاہیے کہ اگر کسی کے پاس نصاب کے بقدر مال زکوۃ ہے تو اگر درمیان سال میں اس مال میں اضافہ ہوتا ہے تو اس مال زائد کا حساب پہلے سے موجود مال کی تاریخ سے کیا جائے گا، جب بقیہ مال پر سال گزر جائے تو اس کی زکوۃ کے ساتھ اس زائد مال کی بھی زکوۃ نکالنا ضروری ہوگا، یہ نہیں کہ ہر اضافی مال کے لیے الگ سے سال کا حساب کیا جائے، مزید یہ کہ سال گزرنے میں انگریزی مہینوں کے بجائے قمری مہینوں کا حساب کیا جائے گا۔

کس دن کی مالیت معتبر ہوگی

اموال تجارت کے بارے میں گذر چکا ہے کہ ان میں زکوۃ فرض ہے، مثلاً اگر کسی کی دکان ہے یا کوئی کاروبار ہے، تو سال گزرنے کے بعد اس کے پاس جو کچھ نقدی یا سامان ہے اس کی زکوۃ اس پر فرض ہے، اور سامان کی ملکیت لگاتے وقت ان کی اس دن کی مالیت کا اعتبار کیا جائے گا جس دن وہ ان کی زکوۃ ادا کر رہا ہے۔

حاجت اصلیہ کا مطلب

جو چیز اصلی ضرورتوں کے لیے ہو اس میں زکوۃ فرض نہیں ہوتی، اصلی ضرورت کی مثال میں فقہاء نے رہنے کے مکان، پہننے کے کپڑے، سواری کے جانور اور گاڑی، زراعت یا فیکٹری کے آلات اور مشینری وغیرہ نیز گھر کے فرنیچر وغیرہ چاہے یہ اشیاء کئی ہوں اور ان کو کرایہ پر اٹھاتا ہو تب بھی ان پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔

زکوۃ کی مقدار

زکوۃ کی مقدار واجب کسی بھی مال میں اس کا چالیسواں حصہ یا ڈھائی فیصد مقرر کی گئی ہے۔

شیئرز پر زکوۃ

زکوۃ ہر طرح کے تجارتی سامان پر واجب ہے، خواہ وہ مویشیوں کی تجارت ہو یا گاڑیوں کی یا زمین کی، اور چونکہ شیئرز بھی سامان تجارت میں داخل ہیں لہٰذا ان پر بھی زکوۃ فرض ہے، اگر کسی نے شیئرز اس مقصد سے خریدے ہیں کہ ان پر سالانہ منافع حاصل کرے گا ان کو فروخت نہیں کریگا تو اس کو اپنی کمپنی سے تحقیق کرنی چاہیے کہ اس کے کتنے اثاثے جامد ہیں یعنی بلڈنگ اور مشنری وغیرہ کی شکل میں اور کتنے اثاثے نقد خام اور تیار مال کی شکل میں ہیں، جتنے اثاثے جامد ہوں ان پر زکوۃ نہیں ہوگی، اور جتنے اثاثے نقد یا خام اور تیار مال کی شکل میں ہوں ان پر زکوۃ واجب ہوگی، اور اگر کمپنی کے اثاثوں کی تفصیلات نہ مل سکیں تو اس صورت میں احتیاطاً پوری قیمت کی زکوۃ ادا کر دیجائے۔

اور اگر شیئرز اس مقصد سے خریدے ہیں کہ جب بازار میں ان کی قیمت بڑھ جائے گی تو ان کو فروخت کر کے نفع کمائیں گے تو اس صورت میں پورے شیئرز کی پوری بازاری قیمت پر زکوۃ واجب ہوگی، مثلاً آپ نے پچاس روپئے کے حساب سے شیئرز خریدے اور مقصد یہ تھا کہ جب ان کی قیمت بڑھ جائے گی تو ان کو فروخت کر کے نفع حاصل کریں گے اس کے بعد جس دن آپ نے زکوۃ کا حساب نکالا، اس دن شیئرز کی قیمت ساٹھ روپئے ہوگئی تو اب ساٹھ روپئے کے حساب سے ان شیئرز کی مالیت نکالی جائے گی اور اس پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔

پراویڈینٹ فنڈ میں زکوۃ

زکوۃ فرض ہونے کی ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ اس پر انسان کا مکمل قبضہ بھی ہو، اسی وجہ سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو قرض دیا اور بعد میں قرضہ لینے والا اس سے انکار کر رہا ہے، بظاہر اس کا واپس ملنا دشوار ہے یا کسی جگہ گاڑ کر بھول گیا، یا کسی دریا وغیرہ میں گر گیا تو ان روپیوں کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی، پھر جب غیر متوقع طور پر یہ مال مل جائے تو گذرے ہوئے سالوں کی زکوۃ اس پر واجب نہیں ہوگی، یہ رقم جس وقت ملی ہے اس وقت سے اس کا حساب لگایا جائے گا۔ (ہدایہ: ۱/۱۸۷)

جہاں تک پراویڈنٹ فنڈ کا تعلق ہے تو اس میں ایک حصہ وہ ہوتا ہے جو حکومت اس میں ملا کر دیتی ہے، جہاں تک اس دوسری اضافی رقم کا تعلق ہے تو خواہ اس کو انعام کہا جائے یا اجرت ملازم اس کا ابھی مالک نہیں ہوتا ہے، لہٰذا اس پر گذرے ہوئے دنوں کی زکوۃ واجب ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے، قابل بحث صرف فنڈ کا وہ حصہ ہے جو ملازمت کے درمیان تنخواہ سے کٹ کر جمع ہوتا ہے، اس کا معاملہ بھی یہ ہے کہ ملازمین کو اگرچہ اس پر ملکیت حاصل ہوتی ہے، لیکن اس پر قبضہ حاصل نہیں ہے لہٰذا اس رقم پر بھی گذرے ہوئے دنوں کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی، علماء محققین کا رجحان اسی طرف ہے۔

قرض کا منہا کرنا

اگر کوئی شخص مالکِ نصاب ہے، لیکن ساتھ ہی وہ مقروض بھی ہے تو قرض کے بقدر مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اگر قرض کے بقدر منہا کرنے کے بعد بھی نصاب کے بقدر مال باقی بچ رہا ہے تو اس پر اسی کے بقدر زکوٰۃ واجب ہوجائے گی۔

سونے اور چاندی کو ضم کرنا

اگر کسی کے پاس ساڑھے سات تولہ (۶۱۲/۴۸۰ گرام) سونا نہ ہو، لیکن اس کے پاس کچھ سونا اور کچھ چاندی موجود ہو تو کیا اس کے اوپر زکوۃ واجب ہوجائے گی؟ اس مسئلہ میں دو آراء ہیں:

۱- امام شافعیؒ اور بعض دوسرے حضرات کے نزدیک اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی، اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''الأم'' میں اس پر امام شافعیؒ نے یہ استدلال کیا ہے کہ اس کے پاس نہ سونے کا نصاب ہے نہ چاندی کا تو اس پر زکوۃ کیسے واجب ہوسکتی ہے جبکہ دونوں الگ الگ جنس ہیں۔

۲- دوسری رائے احناف اور بعض دوسرے حضرات کی ہے کہ اگر دونوں کے ملانے سے نصاب پورا ہوجائے تو زکوۃ واجب ہو جائے گی، اس پر استدلال بکیر ابن عبداللہ الاشج کے اثر سے ہے کہ زکوۃ نکالنے میں صحابہ کا طریقہ چاندی اور سونے کے ملانے کا تھا، پھر دونوں باعتبار ثمنیت ایک ہی جنس ہیں۔

بہر حال عقلی دلائل دونوں طرف سے مضبوط ہیں لیکن نقلی دلیل میں اس اعتبار سے فریقِ اول کا موقف کچھ مضبوط قرار دیا جاتا ہے کہ حضرت بکیر کی روایت حدیث کی کتاب میں نہیں ملتی ہے، پھر امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کے درمیان یہ اختلاف ہے کہ سونے اور چاندی کو ملانے کی کیفیت کیا ہوگی؟

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دونوں کو قیمت کے اعتبار سے ملایا جائے گا یعنی اگر کسی کے پاس دو تولہ سونا اور دو تولہ چاندی ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ دو تولہ سونا اگر بیچ دیا جائے تو کیا ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی حاصل ہو جائے گی، اگر اتنی مقدار میں چاندی حاصل ہوسکتی ہو تو وہ صاحب نصاب مانا جائے گا، فتوی امام صاحبؒ کے قول ہی پر ہے، جبکہ صاحبین کے نزدیک دونوں کو اجزاء کے اعتبار سے ملایا جائے گا، یعنی وزن کے اعتبار سے اگر آدھا نصاب سونے کا آدھا چاندی کا، یا دو تہائی سونے کا اور ایک تہائی چاندی کا یا ایک چوتھائی سونے کا اور تین چوتھائی چاندی کا پایا جا رہا ہو تو زکوۃ واجب ہوجائے گی ورنہ نہیں۔

امام صاحب کے مفتی بہ قول کے مطابق اگر سونے چاندی کی معمولی مقدار بھی کسی کے پاس ہو تو وہ صاحب نصاب بن جائے گا، اور اس کے لیے زکوۃ لینا جائز نہیں رہے گا، حالانکہ اتنی معمولی مقدار بالکل معمولی لوگوں کے پاس بھی عام طور سے رہتی ہے، اس تناظر میں یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کیا موجودہ حالات میں صاحبین کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے؟ اس لیے کہ صاحبین کا قول اختیار کرلیا جائے تو اس میں زکوۃ دینے والے اور لینے والے دونوں کا خیال ہو جائے گا اور توازن قائم رہے گا۔

راقم کے خیال میں ایسا کرنے کی گنجائش ہے، اس لیے کہ اس مسئلہ کا تعلق حالات کے بدلنے سے ہے، اور یہ بات متفقہ ہے کہ حالات بدل جائیں تو حکم بدل جاتا ہے، پھر یہ تو افتاء کے اصول میں بھی لکھا ہوا ہے کہ اختلاف اگر صاحبین اور امام صاحب کے درمیان ہو تو مجتہد مفتی ان میں سے کسی پر بھی فتوی دے سکتا ہے (لہٰذا اجتماعی اجتہاد کے اس دور میں علماء کا اتفاق ہوجائے تو اس کی گنجائش ہوگی) پھر امام صاحب کی ایک روایت صاحبین کے قول کے مطابق بھی ہے، لہٰذا امام صاحب کے اس قول کو استحباب پر محمول کر کے تطبیق دی جاسکتی ہے، چنانچہ مفتی کفایت اللہ صاحب نے کفایت المفتی میں اسی طرح تطبیق دی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ سامان تجارت والے مسئلہ میں مفتی بہ حکم سے ہٹنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، جبکہ دوسرے مسئلہ میں اگر علماء اتفاق کرلیں تو اس کی گنجائش ہے۔

زکوٰۃ کے مستحقین

زکوۃ کی حیثیت چونکہ محض عام انفاق اور انسانی مدد کی نہیں ہے بلکہ یہ ایک اہم اسلامی عبادت اور شرعی فریضہ ہے، اس لیے شریعت نے اس کے مصارف اور مدات خرچ خود متعین کردئے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ

السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللهِ وَاللهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ.﴾ (التوبہ: ٦٠)

''زکوٰۃ فقراء، مساکین، عاملین (زکوٰۃ کی جمع وتقسیم کے کارکنان) مولفۃ القلوب، غلام، مقروض، اللہ کیراستہ میں (جہاد کرنے والے) اور مسافروں کے لیے، یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا فریضہ ہے اور اللہ بڑا علم والا اور بڑی حکمت والا ہے''۔

زکوٰۃ کے مصارف قرآن مجید کی اوپر ذکر کردہ آیت میں تفصیل سے بیان کی گئے ہیں، اس کے متعلق خلاصہ کلام یہ ہے کہ زکوٰۃ صرف انھیں لوگوں کو دی جاسکتی ہے جو فقیر یا مسکین ہوں یعنی جن کے پاس یا تو مال ہی نہ ہو یا اگر ہو تو نصاب تک نہ پہنچتا ہو، یہاں تک کہ اگر ان کی ملکیت میں ضرورت سے زائد ایسا سامان موجود ہے جو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچ جاتا ہے تو وہ مستحق زکوٰۃ نہیں ہے، مستحق زکوٰۃ وہ ہے جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی ملکیت کی رقم یا اتنی مالیت کا کوئی سامان ضرورت سے زائد نہ ہو، اس میں بھی شریعت کا حکم یہ ہے کہ مستحق کو مالک بنادیا جائے، وہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے، اسی لیے بلڈنگ کی تعمیر میں زکوٰۃ نہیں لگ سکتی، نہ ہی کسی ادارے کے ملازمین کی تنخواہ میں لگ سکتی ہے، اسی طرح تجہیز وتکفین کی ضروریات میں بھی زکوٰۃ کی رقم لگانا درست نہیں ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے والے کو چاہیے کہ اچھی طرح تحقیق کرکے صحیح مصرف میں لگانے کی کوشش کرے، افضل یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے عزیز واقارب اور پڑوسی میں مستحقین کی تلاش کرے، رشتہ داروں میں زکوٰۃ ادا کرنے سے ڈبل ثواب ملتا ہے، ایک تو زکوٰۃ ادا کرنے کا دوسرے صلہ رحمی کرنے کا، البتہ دو رشتے ایسے ہیں جن میں زکوٰۃ کی ادائیگی کرنا درست نہیں ہے، ایک ولادت کا رشتہ ہے جس کے تحت تمام اصول وفروع آتے ہیں، چنانچہ اپنے باپ، دادا، نانا، نانی، دادی اور ان سے اوپر والوں کو زکوٰۃ ادا کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح بیٹے، پوتے، بیٹی، پوتی، نواسہ، نواسی اور ان سے نیچے والوں پر زکوٰۃ ادا کرنا درست نہیں ہے، دوسرا نکاح کا رشتہ ہے چنانچہ شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو زکوٰۃ ادا نہیں کرسکتی، ان دو رشتوں کے علاوہ تمام رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، جیسے: بھائی، بہن، چچا، پھوپھی اور خالہ وغیرہ، لیکن شرط یہ ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جارہی ہے وہ زکوٰۃ کا مستحق ہو، یہ بھی خیال رہے کہ اپنے اقارب کو اگر یہ بتاکر زکوٰۃ دی جائے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ عار محسوس کریں، اسی لیے شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ زکوٰۃ دیتے وقت اس کا زکوٰۃ ظاہر کرنا ضروری نہیں ہے۔

مستحق ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ضروری شرط یہ کہ مستحق مسلمان ہو چنانچہ غیر مسلم مستحق کو زکوٰۃ کی رقم دینا درست نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''زکوٰۃ مسلمان مالداروں سے لی جائے گی اور نادار مسلمانوں پر صرف کی جائے گی''۔ (بخاری: ۱۴۹۶)

☆ مدارس میں زکوٰۃ خرچ کرنے میں زیادہ ثواب ملے گا، ایک زکوٰۃ کا دوسرے علم کی اشاعت اور تحفظ دین کا۔ (ہندیہ: ۱/۱۸۷)

☆ اسی طرح قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے میں دہرا ثواب ہے، ایک زکوٰۃ کا دوسرے صلہ رحمی اور قرابت داری کا۔ مثلاً بھائی، بہن، چچا، پھوپھی، ماموں، بھانجے وغیرہ کو زکوٰۃ دینا شرعاً درست ہے بلکہ افضل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''مسکین کو دینے میں ایک صدقہ کا ثواب ہے اور رشتہ داروں کو دینے میں دو صدقہ کا ثواب ہے، ایک صدقہ کا دوسرے صلہ رحمی کا۔''

☆ رمضان المبارک میں چونکہ ہر عبادت کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے، اس لیے رمضان میں زکوٰۃ دینے میں انشاء اللہ ستر گنا ثواب ملنے کی امید ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ساری زکوٰۃ رمضان ہی میں نکال دی جائے اور غیر رمضان میں فقراء کی ضرورتوں کا خیال نہ رکھا جائے، بلکہ حسب ضرورت ومصلحت خرچ کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (بیہقی فی شعب الایمان: ۳/۳۰۵)

☆ ایک فقیر کو بیک وقت اتنا دینا کہ وہ مالک نصاب ہوجائے بہتر نہیں ہے، البتہ اگر وہ مقروض ہو اور قرض کی ادائیگی کے لیے اس کو بڑی رقم دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (ہندیہ: ۱/۱۸۸)

☆ مقروض شخص کو قرض سے بری کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، البتہ اگر فقیر نے مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دی پھر اس سے اپنا قرض وصول کرلیا تو یہ درست ہے۔ (طحطاوی: ۳۹۰)

عید کے مختلف ادوار

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

یہ عید کئی دوروں سے گزری ہے، ایک عید وہ تھی اصلی عید، جو ہر معنی سے عید تھی، وہ تھی جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھی، آپ کی موجودگی سے بڑھ کر عید کا کوئی تحفہ نہیں، اس وقت صحابہ کرام زبان حال سے کہتے ہوں گے۔

انبساط عید دیدن روئے تو
عید گاہ ما غریباں کوئے تو

پھر حقیقی عید وہ تھی جب صبح وشام فتوحات کی خبریں آتی تھیں، اور اسلام کی قلم رو میں برابر اضافہ ہو رہا تھا، اور ہر روز روز عید اور ہر شب شب برات کا مصداق، کوئی دن خالی نہ جاتا تھا کہ مسلمانوں کا پرچم اقبال کسی نئی جگہ پر نہ لہرائے، اور مسلمانوں کا ستارۂ اقبال کسی نئے افق سے طلوع نہ ہو۔ اس وقت کی عید کیا تھی؟ ''عید آزاداں شکوہ ملک ودیں''۔

وہ بھی عید تھی اور حقیقی عید تھی، عید کی نماز پڑھنے کے لیے جب مسلمان جاتے تھے تو ایک رمضان کے ۲۹ یا ۳۰ روزوں ہی کا شکریہ نہیں ادا کرتے تھے؛ بلکہ ان کا دل اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے ترانۂ شکر سے لبریز ہوتا تھا، ان کے ہر بن مو سے الحمد کی صدا آتی تھی، اور جس وقت وہ الحمد للہ کہتے تھے، یا عید کا ترانہ اور عید کی تکبیرات پڑھتے تھے، یا عید کی حمد وتہلیل بیان کرتے تھے، تو اس وقت ان کا دائرہ صرف رمضان تک ہی محدود نہیں ہوتا تھا؛ بلکہ پوری زندگی کو حاوی تھا، زندگی کے ہر شعبہ میں ان کو نئی نئی کامیابیاں نظر آتی تھیں، دل مسرتوں سے لبریز، دماغ اعتماد اور بلندی کے احساس سے مخمور، مخمور نہیں تو معمور کم سے کم، سینہ ان تمام تمناؤں سے، حوصلہ مندیوں سے، مسرتوں سے، احساسات سے معمور تھا، جو چپ وراست چاروں طرف انہیں گھیرے ہوئے وہ حقیقی عید تھی۔

اس کے بعد صدیوں تک عید اسی طرح رہی، اسلام کا قافلہ آگے بڑھ رہا تھا اور اسلام کا سیلاب تمام حدود کو چھوڑ رہا تھا، پہاڑوں کو بھی، ملکوں کو بھی، میدانوں کو بھی، وادیوں کو بھی، اور مرغزاروں کو بھی، اور بڑے بڑے متمدن ملکوں کو بھی، اور اسلام برابر اقدام کی حالت میں تھا، پیش قدمی کی حالت میں تھا، اس وقت بھی یہی حالت تھی کہ

عید آزاداں شکوہ ملک و دیں

وہ بغداد کی عید ہو، یا دمشق کی عید ہو، یا لاہور و دہلی کی عید ہو، اس وقت کی عید ان مسرتوں سے بھی ملی ہوئی تھی، اور وہ عید کی نقل نہیں تھی؛ بلکہ وہ حقیقی عید تھی۔

اس کے بعد رفتہ رفتہ وہ عید آئی جس کو کہہ سکتے ہیں کہ ''عید محکوماں ہجوم مومنیں'' یعنی اب عید کا حاصل یہ رہ گیا ہے کہ مسلمان جتنی تعداد میں عام طور پر نہیں جمع ہوتے، اتنی تعداد میں جمع ہو جائیں، تو سمجھیے کہ وہ مسلمانوں کی عید ہے، اور زیادہ غلام، زیادہ مظلوم بڑی تعداد میں، غلام اور مظلوم اور دکھے ہوئے دل والے، چوٹ کھائے ہوئے دماغ والے، بیتاب و بے چین روح والے، اور صدموں کو اٹھانے والے، ذلتوں کو سہنے والے، اور لوگوں کے طعنے سننے والے زیادہ تعداد میں جمع ہو جائیں، یعنی وہ اگر جمعہ کی نماز میں ہیں تو اس سے کم تعداد میں جمع ہوں گے، اور پانچ وقت کی نماز ہے تو اس سے بھی کم تعداد میں جمع ہوں گے، یہ دکھے دل والے جہاں زیادہ تعداد میں جمع ہوں گے، اس کو عید کہہ لیجیے اور جس جگہ پر جمع ہو جائیں اس کو عید گاہ کہہ لیجیے، یہ مظلوم اور یہ ذلت برداشت کرنے والے زیادہ بہتر لباس میں اور زیادہ دھوم دھام کے ساتھ آئیں اس کو عید کا دن سمجھ لیجیے، تو آج ہماری عید وہی ہے کہ عید کی حقیقی خوشی ناپید ہے؛ لیکن بہرحال ایک چیز تو قیامت تک رہے گی، مسلمان نشیب وفراز سے گزرتے رہیں گے، اس ملت کے لیے اللہ کی طرف سے مقدر یہی ہے، وہ ایک زندہ جاوید ملت ہے، اس کو قیامت تک رہنا ہے، زندگی تبدیلیوں سے بھری ہوئی ہے، اس میں نشیب وفراز آتے رہتے ہیں۔

بنتِ حوا

ابوالعباس خاں

آفتاب ہدایت طلوع ہوئے کئی سال ہو چکے ہیں، یثرب اب مدینۃ الرسول ﷺ کے نام سے جانا جاتا ہے، جسے اسلامی تعلیمات نے جنت نشاں بنا دیا ہے، تاریخ انسانیت کا سب اعلیٰ معاشرہ اس کے پہلو میں بسر کر رہا، نہ دلوں میں بغض وعداوت ہے نہ دنیا کی چاہ میں مسابقت، ہر طرف للّٰہیت کی جلوہ سامانی ہے، جہاد کی داستانیں ہیں، ذکر وتسبیح کے نغمے ہیں، اللہ اکبر کی صدائیں ہیں، نیکی کے کاموں میں مسابقے ہیں، غرض پورا معاشرہ فکر آخرت کی چادر میں لپٹا ہوا ہے۔

لیکن اس ماحول میں ایک شخص ایسا بھی ہے جس کے سینہ پہ ایک گناہ کا بھاری بھرکم بوجھ ہے، اس کی آنکھیں خشکی کو ترس رہی ہیں، اس کا دل سکون سے نا آشنا ہے، اس کا دماغ اسے جھنجوڑ رہا ہے، اپنے گناہ اور گناہ کی سنگینی کو سوچتا ہے تو لرز اٹھتا ہے، اس کے دل میں ایک ہُوک سی اٹھتی ہے اور اس کی کیفیتیں کہہ رہی ہیں کہ وہ اپنے گناہ پر بے حد نادم اور بے حد پشیماں ہے۔

لیکن دل کو کسی کل چین نہیں، گناہ کے تصور سے اس کی روح کانپ اٹھتی ہے، آخر کار وہ ضبط نہ کر سکا، بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا:

''اے اللہ کے رسول! ہم جاہل قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، اور اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ اے اللہ کے رسول! میری ایک بیٹی تھی، بہت ہی پیاری اور معصوم سی، میں جب بھی اسے پکارتا وہ دوڑی چلی آتی، مجھے دیکھ کر وہ خوشی سے کھل اٹھتی، مجھے ابا ابا کہتی تو لگتا کہ پھول جھڑ رہے ہوں، ایک دن میں نے اسے بلایا، وہ دوڑی ہوئی چلی آئی، میں آگے کو چل دیا، وہ میرے پیچھے پیچھے آتی رہی، میں ایک کنویں کے پاس پہنچا، وہ میرے پیچھے ہی تھی، میں نے اس کے ہاتھ کو پکڑا، اور گھسیٹ کر اس معصوم کو اس کنویں میں ڈال دیا، وہ چیختی رہی اور ابا ابا پکارتی رہی۔ اے اللہ کے رسول! اس کی آخری آواز بھی ابا ابا تھی لیکن مجھ پر اس کا کوئی اثر نہ پڑا، بلکہ میں مطمئن ہوا کہ مجھ پر سے ایک لڑکی کے باپ ہونے کا داغ ڈھل گیا۔''

یہ سن کر رحمت عالم کی آنکھیں بھر آئیں، اور آپ ﷺ کے آنسوئے مبارک نکل پڑے، اور پوری محفل پر ایک سماں بندھ گیا۔

کہتے ہیں کہ وہ دور جہالت کا دور تھا، لوگ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے، درندگی اور حیوانیت عام تھی، انسانیت کسمسا چکی تھی، اور دنیا ہلاکت کے کگار پر تھی، اس لیے اس دور میں عورتیں جانوروں سے بھی بدتر تھیں بلکہ انھیں انسان ہی سمجھا جاتا تھا۔

آج اکیسویں صدی کا دور ہے، یہ دنیا کی ترقی کا دور ہے، علوم وفنون کی گہما گہمی ہے، اصلاحیات واخلاقیات پر تحقیقات کا سلسلہ ہے، اور انسان کا دعویٰ بھی ہے کہ وہ نہایت مہذب اور بلند اخلاق کا حامل ہے، اس نے اس دنیا سے پَرے ایک نئی دنیا بسانے کی کوششیں بھی شروع کر دی ہیں، لیکن......

لیکن لڑکیوں کی پیدائش پر آج بھی عار محسوس کیا جاتا ہے، بلکہ دنیا میں آنے سے پہلے ہی اسے ہلاک کرنے کے جتن کیے جاتے ہیں، پیدا ہو گئی تو زندگی بھر اسے کوسا جاتا ہے، شادی بعد جہیز کے نام پر نذر آتش کر دیا جاتا ہے، زندہ بچی تو لڑکا نہ جننے پر کڑوی کسیلی باتوں کے وار کیے جاتے ہیں یا اسے بے حیثیت کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر اپنی کرتوتوں کو ''تہذیب جدید'' کے عنوان سے چھپا دیا جاتا ہے۔

تہذیب جدید کا یہ 'کارنامہ' ہے کہ اس نے حوا کی اس بیٹی کو ہوس کا سامان بنا دیا، نوکری کے نام پر اسے گھر سے بے گھر کر دیا، ترقی کی دوڑ میں اسے کٹھ پتلی بنا دیا، کامیابی کے نام پر پاکدامنی سے محروم کر دیا، اور سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اس سے نسوانیت کا احساس ہی چھین لیا۔

کل بھی یہ دنیا جہالت کے اندھیروں میں تھی اور آج بھی اسی اندھیارے میں بھٹک رہی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے جہالت کو صرف جہالت ہی کہا جاتا تھا لیکن اب اس جہالت کے نام بدل گئے ہیں اور اسے تہذیب جدید اور ترقی پسندی کا خوشنما عنوان دیدیا گیا۔

لیکن جدید وقدیم جہالت کے بیچ ایک دور ایسا بھی تھا جب عورت سراپا خیر وبرکت تھی، اس کی پرورش پر لوگ فخر کرتے تھے، اور اس کا وجود پورے معاشرہ کے لیے باعث فخر تھا، یہ اس نبی کو کا دور تھا جس نے کھلے لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ عورت گھر کی چار دیواری میں محفوظ ہے اور گھر کے باہر اس کا حجاب ہی اس کا محافظ ہے۔

الوداع اے ماہ رمضان!

مولانا محمد ثانی حسنیؒ

رحمتِ حق آئی قسمت ور چلے
سجدہ ریزی کو خدا کے گھر چلے
نعمتوں سے گود بھرنے خوش نصیب
زاہدانِ باصفا بڑھ کر چلے
وا ہوئے در بزمِ رحمت کے تمام
اہلِ درد و سوز کھنچ کھنچ کر چلے
گلشن رحمت کی ہردم سیر کی
اپنے دامن کو گلوں سے بھر چلے
رہ گئے محروم ہم ہی کم نصیب
جھاڑ کر دامن کو اپنے گھر چلے
”شمع کی مانند اس کی بزم میں
چشم تر آئے تھے دامن تر چلے“
قدر نعمت کی نہ کچھ ہم کرسکے
بوجھ عصیاں کا لیے سر پر چلے
ہائے رے حسرت نصیبی، وائے غم
”کس لیے آئے تھے اور کیا کر چلے“

نور سمٹا، چاندنی پھیکی پڑی
سر چھپانے کو مہ و اختر چلے
ماہ رحمت کے شب و روز و سحر
ہر طرف تم نور برسا کر چلے
تم سے ملتی تھی دلوں کو تازگی
تم چلے ارمان سارے مر چلے
الفراق اے ماہ رمضاں الفراق!
زخم دل پر کیا لگے نشتر چلے
آئے رحمت کو لیے ہر سال تو
تیری رحمت کی ہوا گھر گھر چلے
ایک جھونکا تیری رحمت کا اِدھر
بہر الطاف، اے کرم گستر! چلے
ہوں نہ ہوں یہ لطف کے دن پھر نصیب
اور دورِ بادۂ کوثر چلے
اور بھی کچھ اور بھی کچھ اور بھی
جانے کب در بند ساقی کر چلے

”ساقیا اب لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے“

R.N.I. No.
UPURD/2009/28748

Monthly
Payam-e-Arafat
Raebareli

Postal Reg. No.
RBL/NP - 09

Volume:06

June-July 2014

Issue:06-07

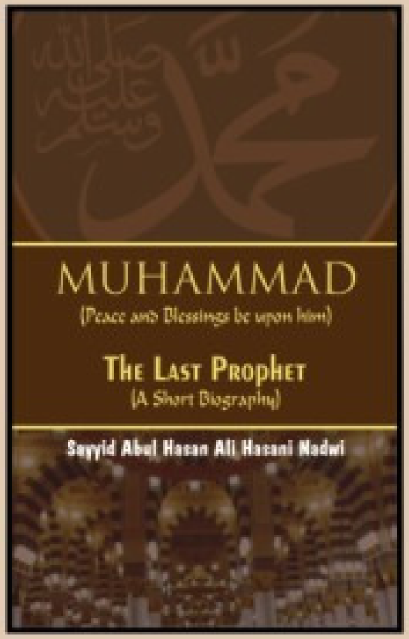

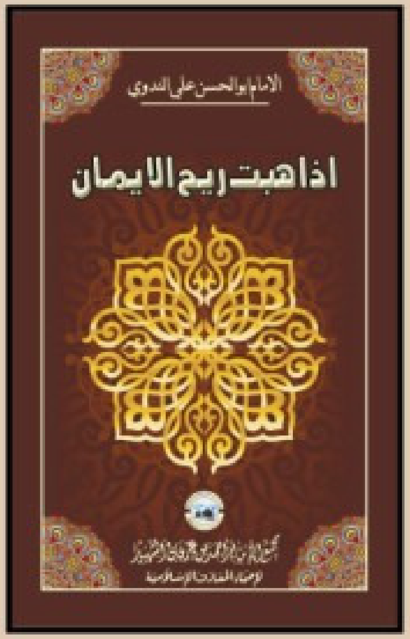

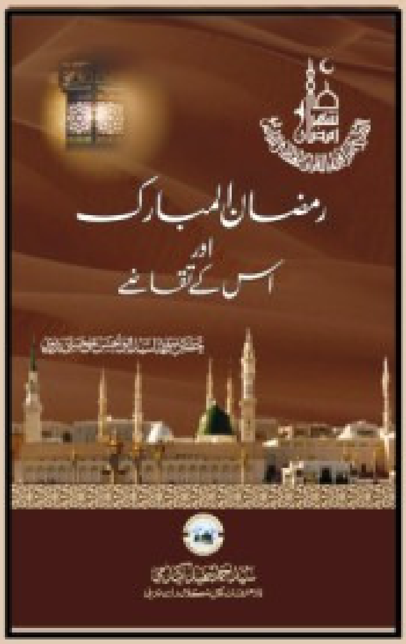

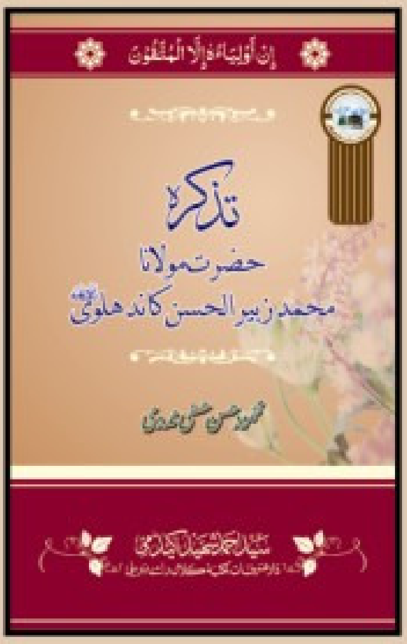

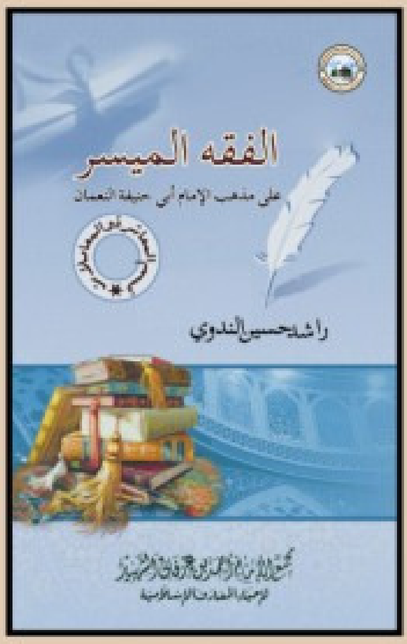

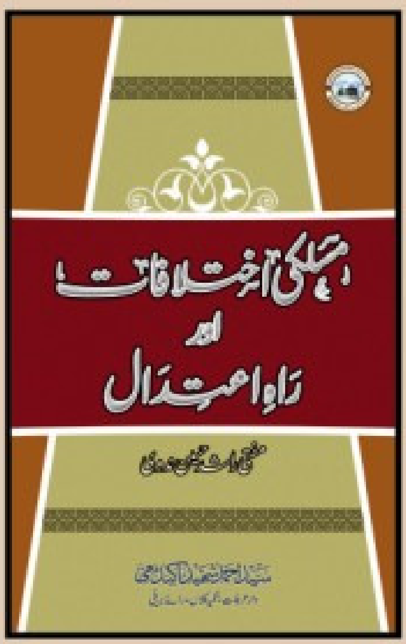

Sayyid Ahmad Shaheed Academy (Contact: 9919331295)

Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi
MARKAZUL IMAM ABIL HASAN AL-NADWI
E-Mail: markazulimam@gmail.com - Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001
Printed & Published by: Mohammad Hasan Nadwi, On Behalf of Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi.
Printed at S.A. Offset Printers, masjid ke Peeche, Phatak Abdullah Khan, Sabzi Mandi, Station Road, Raebareli (U.P.)